REGD NO P 67

رجسٹرڈ نمبر ڈی ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ و انتم اذلۃ

THE WEEKLY BADR QADIAN

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۱۳ — شمارہ ۱۴

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری
نائب:- فضل احمد گجراتی

شرح چندہ
سالانہ -/۷ روپے
ششماہی -/۴ ”
غیر ممالک -/۷ ”
فی پرچہ ۱۵ نئے پیسے

۲ شہادت ۱۳۴۳ ہش | ۱۸ ذیقعد ۱۳۸۳ ھ | ۲ اپریل ۱۹۶۴ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۳۱ مارچ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ ۲۸ مارچ بوقت ۸ بجے صبح کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ کل دن بھر حضور کی طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی رہی البتہ شام کے وقت کچھ بے چینی ہوگئی۔ رات نیند آگئی۔ اس وقت طبیعت اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۳۱ مارچ۔ امرتسر میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ محترمہ بیگم صاحبہ کی ناک کی تکلیف میں پہلے سے افاقہ ہے۔ تاہم طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ صاحبزادہ کلیم احمد صاحبزادی امۃ الرؤف بھی خیریت سے ہیں۔ نیز دونوں صاحبزادیاں یہاں قادیان میں بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ امید ہے کہ محترم صاحبزادہ صاحب ۲ اپریل کو واپس قادیان تشریف لے آئیں گے۔

”نوع انسان کی روحانی تاریخ کا ایک عجیب و غریب واقعہ اور عظیم الشان نشان“

گزشتہ پچاس سال میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ رونما ہونے والا حیرت انگیز روحانی انقلاب

مشرق و مغرب میں اسلام کی روز افزوں ترقی کے متعلق سوئٹزرلینڈ کے ایک عیسائی اخبار کا اعتراف

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی موجودہ خلافت کے گزشتہ پچاس سال کے اندر اندر مشرق و مغرب میں جو روحانی انقلاب رونما ہوا ہے وہ اس قدر عظیم الشان ہے کہ اپنے ہی نہیں بلکہ اغیار تک اس کے معترف ہیں اور وہ حیران ہیں کہ یکایک ہوا کا رُخ کیسے بدل گیا۔ خود یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیا کے مختلف ممالک میں وسیع پیمانے پر اسلام کی تبلیغ، نو مسلم جماعتوں کا قیام، مساجد کی تعمیر، مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت، دنیا کے دور دراز علاقوں سے اسلامی اخبارات [illegible] و جرائد کا اجراء اور غیر ممالک میں وسیع پیمانے پر اسلامی مدارس، سکولوں اور کالجوں کا قیام ایسے منہ بولتے اور زندہ حقائق ہیں جنہوں نے اپنوں اور پرایوں سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ وہ کیوں نہ حیران ہوں جبکہ آج سے ۵۰ سال قبل ان کے لئے ان باتوں کو تصور میں لانا بھی ممکن نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے مسیحی اخبارات اسلام کے حق میں رونما ہونے والے اس عظیم الشان انقلاب پر بڑی کثرت سے حیرت کا اظہار کر رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں کہ وہ بات جو آج سے کچھ عرصہ قبل تک بالکل ناممکن نظر آتی تھی کیسے ممکن ہوگئی؟ وہ اسے نوع انسان کی روحانی تاریخ کا ایک عجیب و غریب واقعہ اور روز روشن نشان قرار دینے پر مجبور ہیں۔ ذیل میں ہم سوئٹزرلینڈ کے مشہور روزنامے Tagblatt Berner کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں۔ یہ اخبار اپنی ۱۱ جون ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ کا ذکر کرنے نیز سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کے مسند خلافت پر متمکن ہونے اور آپ ہی کے ذریعہ تبلیغ اسلام کی عالمگیر مہم کے آغاز اور اس کی تفصیلات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے:-

”اس دوران میں یہ جماعت دنیا کے اور بہت سے حصوں میں پھیل گئی ہے۔ جہاں تک یورپ کا تعلق ہے۔ لنڈن، ہمبرگ، فرانکفورٹ، میڈرڈ، زیورک اور ہیگ اور سٹاک ہالم میں اب اس جماعت کے باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہیں۔ امریکہ کے شہروں میں سے واشنگٹن، لاس انجلیز، نیویارک، پٹسبرگ اور شکاگو میں بھی اس کی شاخیں موجود ہیں۔ اس سے آگے ٹرینیڈاڈ، ٹرینیڈاڈ اور ڈچ گی آنا میں بھی یہ لوگ معروف کار ہیں۔ افریقی ممالک میں سے سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، لائبیریا اور مشرقی افریقہ میں بھی ان کی خاصی جمعیت ہے۔ مشرق وسطیٰ اور ایشیا میں سے مسقط، دمشق، بیروت، ماریشس، برطانوی شمالی بورنیو، کولمبو، رنگون، سنگاپور اور انڈونیشیا میں ان کے تبلیغی مشن کام کر رہے ہیں۔

دوسری عالمگیر جنگ سے قبل قرآن کا دنیا کی سات مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ اب تک ڈچ، جرمن اور انگریزی میں پورے قرآن مجید کے تراجم عربی متن کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ اسی طرح عنقریب روسی ترجمہ بھی منظر عام پر آنے والا ہے۔

اس جماعت کا نصب العین بہت بلند ہے یعنی یہ کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی مذہب کا پابند بنا کر انہیں باہم متحد کر دیا جائے۔ وہ مذہب احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے۔ اس کے ذریعہ یہ لوگ پوری انسانیت کو اسلامی اخوت کے رشتے میں منسلک کر کے دنیا میں حقیقی اور پائیدار امن قائم کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں توقع ہے کہ بالآخر تمام بنی نوع انسان اسلام کی آغوش میں آکر مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ جماعت خود اور اس کا اپنے مولد و مسکن سے نکل کر پوری دنیا پر اس قدر سرعت سے پھیل جانا نوع انسان کی روحانی تاریخ کے عجیب و غریب واقعات میں سے ایک عجیب و غریب واقعہ اور نشان ہے۔“

حج بیت اللہ کیلئے روانگی

مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی نے بذریعہ تار اطلاع دی ہے کہ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل، محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب اور ان کے ہمراہی عزم حج کے لئے کل مورخہ ۲۹ مارچ صبح بمبئی سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوگئے۔

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کا حافظ و ناصر ہو۔ اور ان سب کو فریضہ حج باحسن سرانجام دینے کی توفیق دے۔

احباب محترم سیٹھ محمد حسین صاحب مرحوم کے لئے بھی دعا فرمائیں کہ جن کی طرف سے محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل حج کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا حج قبول فرما کر بلند درجات دے۔ آمین۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

دعائی تحریک

مکرم دفعدار محمد عبداللہ صاحب درویش جو پاکستان جا کر سخت بیمار ہو گئے تھے اور پھر میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج رہے۔ مورخہ ۲۴ مارچ کو قادیان آگئے ہیں۔ موصوف کی دونوں ٹانگوں میں حس کی شدید کمی محسوس ہوتی ہے جس کی وجہ سے از خود کروٹ بھی نہیں بدل سکتے۔ اسی طرح پیشاب میں بھی کبھی کبھی تکلیف ہو جاتی ہے۔ اور بہت تکلیف ہے۔ احباب اپنے مخلص درویش بھائی کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کا حامی و ناصر ہو اور انہیں جلد صحت یاب فرمائے۔ آمین۔

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے ساما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر [illegible] صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۲ر اپریل ۱۹۶۴ء

فرقہ دارانہ جنون

اسے بھارت کی بدقسمتی کہہ لیجئے کہ سیکولر ازم کی راکھ میں دبی ہوئی فرقہ داریت کی چنگاریوں کی شعلہ سامانی کر مین اس نازک موقعہ پر جبکہ ایک طرف ہمارے ملک کو اقتصادی اور خارجی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اور دوسری طرف سلامتی کونسل میں ہمیں ایک اہم مسئلہ سے نپٹنا پڑ رہا ہے۔ اور تیسری طرف مغربی ممالک کی گندی سیاست کی خفا دارانہ چالوں نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔ بھارت کے بعض ایسے علاقوں میں فرقہ وارانہ فضا کو خراب کیا جا رہا ہے۔ جہاں تقسیم ملک کے وقت بھی امن دستور رہا تھا۔ اور انہوں نے ضبط و رواداری کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔

کس قدر رائد کس کا مقام ہے کہ سیکولر ازم کا وہ سبق جو مسلسل ۱۴ سال سے ہمیں پڑھایا گیا اُس کے فوائد ذہن نشین کرائے گئے۔ اس کی افادیت کا ساری دنیا میں چرچا کیا جاتا تھا۔ اور اسی کے باعث ہماری گردنیں ساری دُنیا میں بہت اونچی اُٹھ رہی تھیں۔ یہی سبق یکایک ذہنوں سے کافور ہو کر ملک کے داخلی امن کے لئے ایک مہیب خطرہ بن کر سامنے آ گیا۔ فرقہ وارانہ فسادات کی آگ پہلے کلکتہ میں بھڑکی اس کے بعد بہار اُڑیسہ کی طرف بڑھی اور ان علاقوں کے بسنے والے اقلیتی فرقہ کے افراد کیلئے شدید مالی اور جانی نقصان کا موجب بنی۔ نہ صرف یہ بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر وہ خوف و ہراس کی صورت ہے۔ جو اس کے نتیجہ میں پیدا ہوئی یا ہو سکتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حالیہ فسادات کا آغاز مشرقی پاکستان سے ہوا۔ اور بھارت میں جو کچھ ظاہر ہوا۔ وہ اس کا ردِ عمل تھا۔ قطع نظر اس سے کہ بھارت میں ہونے فسادات فی الواقع مشرقی پاکستان کے فسادات کا ردِ عمل ہیں یا نہیں۔ یہ چیز سرے سے ہی ہمارے ملک کے سیکولر نظام حکومت کے نام پر ایک بدنما دھبہ اور ہمارے شاندار اصولوں کے لئے ایک چیلنج ہیں۔

کاش ہمارے ہم وطن ملک کی اس نازک صورت حال پر سنجیدگی سے غور کریں۔ اور ملک کے وسیع تر مفاد کی خاطر ایسے خیالات کو اپنے دماغوں میں پنپنے نہ دیں جن سے ملک کی پریشانیاں بڑھیں اور وہ وطن دشمن عناصر کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن کر ملک کی تعمیر و ترقی کی راہ میں روک بنیں اگر وہ سنجیدگی سے اُن حالات پر غور کریں جو سے ہمارا ملک اس وقت گذر رہا ہے تو انہیں اس کی نزاکت کا بخوبی علم ہو جائے۔ سبھی بھارت واسی جانتے ہیں کہ ایک طرف چین جیسا طاقتور ملک ہمارا ہمسایہ علاقہ ہڑپ کئے ہماری سرحدوں پر دندنا رہا ہے۔ اور دوسری طرف پاکستان ہمیں آنکھیں دکھا رہا ہے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے محبوب وزیر اعظم پنڈت نہرو اس وقت بیمار ہیں جن کی وجہ سے بین الاقوامی حالات و مشکلات سے نپٹنے کے لئے ہمیں مشکلات درپیش ہیں۔ ان حالات کا تقاضا تو یہ تھا کہ سارا ملک اتحاد و یگانگت کی مضبوط لڑیوں میں پرو دیا جاتا اور دشمنوں کی للکار کا جواب دیا جاتا۔ لیکن افسوس کہ بعض لوگ فرقہ داریت کا شکار ہو کر ملک کی سلامتی کو داغدار بنا رہے اور ملکی نیتاؤں کے لئے مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔

پھر عجیب بات یہ کہ ابھی حالیہ ایام میں لعبض شدید قسم کے فرقہ داریت کے حامی افراد بڑی شدومد سے تبادلہ آبادی کی تجویز کو پیش کر رہے ہیں۔ جو ملک میں بسنے والی بڑی اقلیت کے لئے بے اطمینانی کی صورت پیدا کر دینے کے مترادف ہے۔ یہ لوگ اتنا بھی نہیں سوچ سکتے کہ بھارت میں مسلمان جو پانچ کروڑ کی تعداد میں بس رہے ہیں۔ کیا اس پانچ کروڑ کی آبادی کا تبادلہ ممکنات میں سے ہے؟ اور اتنی بڑی تعداد کا کسی ملک سے نکل جانا اُس کی اقتصادیات کے نظام پر کس قدر تشویشناک حد تک اثر انداز ہو سکتا ہے اور یہی تعداد جس ملک میں جائے گی اُس کی معیشت کو تہ و بالا کر کے رکھ دے گی کہنے کو تو یہ بات آسانی سے منہ سے نکال جا سکتی ہے لیکن اس کے عواقب پر سنجیدگی سے نگاہ کرنے والا اس کے خطرناک نتائج سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے دانشمند وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے پاکستان کے صدر ایوب خان کو اس بات پر آمادہ کر لیا ہے کہ دونوں ملکوں میں جو یہ فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام کے لئے مشترکہ طور پر کوشش کی جائے اور اس کے لئے دونوں اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ دونوں طرف کے وزرا و داخلہ مل کر مسئلہ از جلد اس کے لئے تجاویز سوچیں غور کیجئے ایک طرف تو ہمارے محبوب وزیر اعظم ملک کی سالمیت اور تعمیر و ترقی کے لئے وہ سب کچھ کر رہے ہیں جس کی ملک کو ضرورت ہے۔ دوسری طرف اسی ملک میں بعض جنونی خیالات کے لوگ بھی جو ان کی ایسی کوششوں میں مذ ... رنگ ہو رہے ہیں بلکہ اس خبر کو تو دیکھنے بڑے ہی دکھ اور درد کے ساتھ سنا ہوگا کہ بنارس کے قریب دندھا جل کے مقام پر کوئی سادھو مہاتما پنڈت نہرو کی ہلاکت کے لئے جادو ٹونے ہون اور یگیہ کر رہے ہیں۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو یہ ہماری اور ہمارے ملک کی بدقسمتی ہے کہ اس کے اندر ایسے ایسے مذہبی دیوانے رہتے ہیں جو نہ تو اپنے نجات دہندوں کی قدر کرنے کا شیوہ رکھتے ہیں نہ ملک کو بامِ رفعت پر پہنچانے والوں کی عظمت کے قائل ہیں۔ بلکہ وہ دعائیں اور جیپ کرتے ہیں کہ پنڈت نہرو ہلاک ہو جائیں ان ظالموں اور شریروں کو یہ بھی خیال نہیں آتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اور ان کے اس مذموم فعل سے بھارت کے بلکہ دنیا کے کروڑوں انسانوں کو دکھ پہنچا ہوگا۔ اور ناقابلِ تلافی نقصان ہوگا جب تعصب اور جنون اس طرح اپنی آخری حدوں کو چھو رہا ہے تو یہ امر ایک بہت بڑا مسئلہ بن کر بھارت کے اربابِ حل و عقد کے سامنے آ کھڑا ہوا کہ ملک میں فرقہ وارانہ یکجہتی اور ہم آہنگی کس طرح پیدا کی جائے۔ کیونکہ یہ صرف آج کا مسئلہ نہیں بلکہ مستقبل کی بیسیوں صدیوں کا مسئلہ بھارت کو اگرچہ چین اور پاکستان سے خطرہ ہے جس کے لئے ہمیں چوکس رہنا چاہیئے۔ اگرچہ ہمارا ملک ایک عظیم ملک ہے اور اپنی وسیع آبادی اور ذرائع کے لحاظ سے وہ ہر بیرونی خطرے کا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن ہم کو سب سے بڑا خطرہ داخلی انتشار اور فرقہ وارانہ جنون سے ہے۔ اگر ہم اس پر قابو پا لیتے ہیں تو ہم بیرونی دشمنوں کی اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکیں گے۔ لیکن اگر ہم اس پر قابو پانے میں ناکام رہے تو تاریخ اپنا کوئی خطرناک فیصلہ دینے پر مجبور ہو جائیگی اور کل کا مورخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گا

ہم سمجھتے ہیں کہ اس فرقہ وارانہ جنون کا قطعی اور آخری حل وہی ہے جو آج سے ۵۶ سال قبل حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام نے پیش فرمایا تھا۔ آپ کی دُور رس نگاہوں نے بھارت کے اندر اُبھرتی ہوئی فرقہ داریت کا جائزہ لیکر اپنی زندگی کے آخری ایام میں "پیغام صلح" کے نام سے ایک کتابچہ تحریر فرمایا تھا جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ

"یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتیں اور وہ مشکلات جو کسی تدبیر سے حل نہیں ہو سکتیں وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں۔ پس ایک عقلمند سے بعید ہے کہ اتفاق کی برکتوں سے اپنے تئیں محروم رکھے۔ ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے۔ یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلاوطن کر دیں گے .... اگر ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور رعونت سے حقیر کرنا چاہے گی تو وہ بھی داغِ حقارت سے نہیں بچے گی اور کوئی ان میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر رہے گا تو اس کا نقصان وہ آپ بھی اٹھائے گا جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اس کی اس شخص کی مثال ہے کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اسی کو کاٹتا ہے"

پس قبل اس کے کہ ملک کے اندرونی دشمن بھارت کے عظیم درخت کی سرسبز شاخیں کاٹ کر اسے ٹنڈ منڈ کر دیں ملک کے رہنماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے ناخنِ تدبیر اور حسنِ عمل سے فرقہ داریت کے عفریت کو کاٹ کر رکھ دیں۔ اور ملک میں اتحاد و یکجہتی کی رہ چلا کر (باقی صفحہ ۱۲ پر)

عیدالاضحٰی کے موقعہ پر قادیان میں قربانی

عیدالاضحٰی آخر اپریل میں آنے والی ہے اس موقعہ پر جماعت کے اکثر مخلصین کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی طرف سے قربانی دارالامان کی بابرکت بستی میں کروائیں چنانچہ اُن کی طرف سے رقوم آنے پر ہر سال قربانیوں کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ اس طریق سے جہاں پر مخلصین خاص ثواب کے مستحق ہوتے ہیں وہاں پر اُن کے درویش بھائی عید کے موقعہ پر اس گوشت سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

اس سال بھی جو مخلصین یہ نیک خواہش رکھتے ہوں اُن کو چاہیئے کہ جلد از جلد اطلاع بھجوا دیں تاکہ قبل از وقت جانور خریدنے میں سہولت ہو سکے۔ نیز دوست یہ بھی یاد رکھیں کہ قربانی کے لئے درمیانہ بکرا آجکل ۴۵/ روپے سے پچاس روپے تک ملتا ہے۔

قائمقام امیر مقامی قادیان

خطبہ جمعہ

خلافت اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان انعام ہے اس کی قدر کرو

انعام کو قائم رکھنے کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ انسان اپنے اعمال سے اپنے آپکو اس کا مستحق بنائے رکھے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲ر مارچ ۱۹۵۱ء بمقام ناصر آباد سندھ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

زندہ قوموں کے لئے

کچھ زندگی کی علامتیں

ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ علامتیں ہی بتاتی ہیں کہ ان کے اندر زندگی کی روح پائی جاتی ہے۔ وہ علامتیں نہ ہوں تو ان کا زندہ ہونا ایک مشتبہ امر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قومی زندگی انسانی زندگی کی طرح نہیں کہ ہم کسی کو سانس لیتے دیکھیں تو سمجھیں کہ وہ زندہ ہے۔ چلتے پھرتے دیکھیں تو سمجھیں کہ وہ زندہ ہے۔ قومی زندگی کی علامتیں فردی زندگی سے مختلف ہوتی ہیں۔ قومی زندگی کی علامتوں میں ترقی کی نیت ابھار جنگ اور امیدیں اور اصلاح کی طرف توجہ اور جماعتی روح اور

نظام کی روح

وغیرہ شامل ہیں اور یہی چیزیں قومی زندگی کی علامت ہوتی ہیں۔ جس طرح فردی زندگی کی علامتوں میں دیکھنا سننا۔ بولنا سانس لینا اور فضلے کا خارج کرنا ہے۔ اور ان علامتوں کو دیکھ کر ہم سمجھ لیتے ہیں کہ ایک چیز زندہ ہے۔ اسی طرح جب ہم کسی جماعت کے اندر یہ دیکھتے ہیں کہ اس میں ترقی کا احساس پایا جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی تعلیم کو مضبوط کرنے اور اسے زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنے کا احساس اس میں پایا جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے ایک حصہ پر جب حملہ ہوتا ہے تو باقی سارا حصہ اس کی اذیت کو محسوس کرتا ہے۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ سب کے سب افراد ایک مرکز کی طرف مائل ہیں جو اسلام میں ایک خلیفہ ہوتا ہے۔ جس طرح جسم کے حصے دل کی طرف جھکے ہوئے ہوتے ہیں تو ان علامتوں کو دیکھ کر ہم سمجھ لیتے ہیں کہ اس جماعت میں زندگی کا مادہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ اصل زندگی تو الگ رہی جو قوموں میں صداقت سے دور ہیں ان میں بھی ایک

ایک مصنوعی زندگی

پائی جاتی ہے۔ وہ بھی بعض دفعہ بڑی قربانی کرتی نظر آتی ہیں۔ پچھلے دو سال میں دو دفعہ سر آغا خان کراچی آئے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ گلگت سے جو ہزاروں میل پر ہے۔ آغا خانی مذہب کے لوگ پیدل چل کر کراچی پہنچے۔ اور آغا خان سے ملے۔ ان میں ایسے طبقہ کے لوگ بھی تھے۔ جو دنیوی لحاظ سے بہت بڑے سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ دو تو نواب ہی تھے جو گلگت سے کراچی آئے۔ اس دفعہ بھی ان کے آنے پر میں نے دیکھا ہے کہ اخباروں میں لکھا تھا کہ سینکڑوں میل سے لوگ ان سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔ اب آغا خانیوں میں جان تو نہیں۔ ایک انسان کو خدا ماننے والوں یا مسیحا میں اسے خدائی کا قائم مقام ماننے والوں میں

حقیقی زندگی

کہاں ہو سکتی ہے۔ مگر جو سیاسی زندگی ہے وہ ان میں پائی جاتی ہے۔ اور وہ جانتے ہیں کہ ہمارے جتھے کی تقویت کا ذریعہ یہی ہے کہ ہم ایک شخص کے پیچھے چلیں۔ اور وہ بعض دفعہ ایسا مظاہرہ بھی کرتے ہیں جس سے وہ دنیا پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہم

ایک ہاتھ پر جمع

ہیں۔ گو وہ ہاتھ ایسے غلط عقیدہ کے ساتھ وابستہ ہی کیوں نہ ہو جسے انسان کی فطرت کبھی مان نہیں سکتی۔ تو زندگی کے آثار میں سے جماعتی احساس بھی ہوتا ہے اور جماعتی احساس کا ثبوت جیسا کہ اسلام نے بتایا ہے ہمیشہ ایک مرکز کے ساتھ تعلق رکھنے کے ذریعہ ملتا ہے۔ جب تک مرکز کے ذریعہ وحدت قائم رہتی ہے۔ ترقی ہوتی چلی جاتی ہے اور جب مرکز سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ تو ترقی رُکنے لگ جاتی ہے۔ جیسے پہاڑوں پر چڑھائی مشکل ہوتی ہے۔ لیکن جب لوگ کسی پہاڑ پر چڑھنا چاہیں

تو اچھے مددگار کے لئے کھونٹے گاڑ لیتے ہیں پھر اور شکل نظر آئے تو درختوں کی شاخیں پکڑ لیتے ہیں۔ اور زیادہ خطرناک راستے آ جائیں تو وہاں واقف کار لوگ میخیں گاڑ کر ان کے ساتھ رسے باندھ دیتے ہیں۔ تاکہ ان کا سہارا لے کر لوگ اوپر چڑھ سکیں یا جہاں ایسی سیڑھیاں آ جائیں جن سے گرنے کا خطرہ ہو۔ وہاں میخوں کے ساتھ لوگوں نے رسے باندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ جن کے سہارے لوگ اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ اسی طرح مرکز کمزور دل اور کمزور ارادے والوں کے لئے ایک سہارا ہوتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے اندر کمزوری محسوس کرتے ہیں۔ مرکز کے رسوں کو پکڑ کر مضبوطی حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے خلافت کو رحمت قرار دیا ہے۔ اور مومنوں کے ساتھ اس نے

خلافت کا وعدہ

کیا ہے مگر ساتھ ہی فرمایا ہے کہ یہ انعام ہے اور انعام کے وعدے اور رحم میں فرق ہوتا ہے۔ رحم بہر حال چلتا چلا جاتا ہے اور انعام صرف وقتی طور پر ہوتا ہے جب تک انسان اس کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ جب مستحق نہیں رہتا تو انعام اس سے واپس لے لیا جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف چار خلافتیں ہوئیں مگر عیسائیوں کی خلافت آج تک قائم ہے۔ اسلامی خلافت کا زمانہ صرف ۳۰ سال تک رہا اور عیسائیوں کی خلافت پر انیس سو سال گزر چکے ہیں اور وہ ابھی تک قائم ہے۔ بے شک جہاں تک

روحانیت کا سوال

ہے۔ ان کی خلافت کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گئے اور انہوں نے آپ کو نہیں مانا تو وہ ایمان سے خارج ہو گئے۔ اور کافروں میں شامل ہو گئے

اور جہاں تک نیکی کا سوال ہے۔ وہ بھی ان میں نہیں پائی جاتی۔ اگر ان میں نیکی ہوتی تو لوٹ کھسوٹ اور کینہ کپٹ اور ناجائز تصرف اور دباؤ وغیرہ کی عادتیں ان میں کیوں پائی جاتیں۔ لیکن جہاں تک

عیسائیت کو قائم رکھنے

کا سوال ہے۔ یہ خلافت اس کو قائم رکھنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ثابت ہوئی ہے۔ ابھی حال ہی میں امریکہ نے کروڑوں روپیہ عیسائیت کی اشاعت کے لئے خرچ کر رہے ہیں۔ لیکن ان کا مرکز اپنی طاقت کھو چکا ہے۔ چنانچہ پہلے بادشاہت بھی پوپ کے ساتھ ہوا کرتی تھی۔ مگر آہستہ آہستہ بادشاہتیں الگ ہو گئیں۔ اور اب محض چند میل کا علاقہ ادب کے طور پر پوپ کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تاکہ اس علاقہ میں وہ اپنے آپ کو حاکم سمجھ لے۔ پانچ دس میل لمبا اور پانچ سات میل چوڑا علاقہ غالباً ہے جس میں

پوپ کی حکومت

ہے بلکہ اسے حکومت بھی نہیں کہنا چاہیئے۔ دنیا کا نظام اس جگہ قائم ہوتا ہے۔ اور جہاں سارے اپنے [illegible] ہوں وہاں حکومت کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ بہر حال صرف چند میل کا علاقہ ہے جو عیسائیوں نے محض پوپ کے ادب کے لئے آج تک چھوڑ رکھا ہے۔ مگر اس کی طاقت کا یہ حال ہے کہ اب بھی عیسائی دنیا پوپ کی ناراضگی کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اسلام جس نظام کو قائم کرتا ہے اس کی بڑی غرض یہ ہے کہ روحانیت کو قائم کیا جائے۔ اخلاق کو درست کیا جائے اور ذاتی منافع پر قومی منافع کو ترجیح دی جائے۔ وہ [illegible] المتفرق کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ [illegible] کی تعلیم نہیں دیتا کہ ذاتی [illegible] بلکہ وہ [illegible] تمام انسانوں کی [illegible] اور یہ نعمت اللہ تعالیٰ [illegible]

مسلمانوں کو احمدیت کے ذریعہ دیا ہے اور اسنے پھر ایک خلافت کا سلسلہ قائم کیا ہے جس کے ذریعہ وہ مسلمانوں کا ایک ایسا جتھہ بنانا چاہتا ہے جو کہ کفر کا مقابلہ کریگا۔ یہ چیز بظاہر بہت حقیر نظر آتی ہے۔ بظاہر بہت کمزور نظر آتی ہے اور دشمن یہ سمجھتا ہے کہ ہم جب چاہیں احمدیت کو کچل سکتے ہیں مگر

حقیقت یہ ہے

کہ دنیا کے پردہ پر جو ساٹھ کروڑ کے قریب مسلمان ہیں ان کو وہ نعمت حاصل نہیں جو ہماری چھوٹی سی جماعت کو حاصل ہے۔ اور وہ ان تمام فوائد سے محروم ہیں جو اس چھوٹی سی جماعت کو حاصل ہیں۔ اور وہ ان تمام فوائد سے محروم ہیں جو اس چھوٹی سی جماعت کو خلافت کی وجہ سے حاصل ہو رہے ہیں۔ مثلاً تبلیغ کو ہی لے لو۔ یہی چیز ہے جسے ہم مخالف کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو ہم ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں مگر تم نے کبھی غور کیا کہ یہ تبلیغ کس طرح ہو رہی ہے؟ یہ تبلیغ محض خلافت کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ ایک مرکز ہے جس کے ماتحت وہ تمام لوگ جن کے دلوں میں اسلام کا درد ہے۔ اکٹھے ہو گئے ہیں اور اجتماعی طور پر اسلام کے غلبہ اور اس کے احیاء کے لئے کوششیں کر رہے ہیں۔ وہ بظاہر چند افراد نظر آتے ہیں مگر

اجتماعی طور پر

ان میں ایسی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ بڑے بڑے اہم کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ جس طرح آسمان سے پانی قطروں کی صورت میں گرتا ہے۔ پھر وہی قطرے دھاریں بن جاتے ہیں۔ اور وہی دھاریں ایک بہنے والے دریا کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ احمدی جہاں تک ہمیں معلوم ہے کہ پاکستان، ہندوستان میں اڑھائی تین لاکھ سے زیادہ نہیں اور مسلمان ساری دنیا میں ساٹھ کروڑ ہیں۔ ساٹھ کروڑ اور اڑھائی تین لاکھ کی آپس میں کوئی بھی تو نسبت نہیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ ہم سے دو ہزار چار سو گنے زیادہ ہیں۔ اور پھر یہ زیادتی تو تعداد افراد کے لحاظ سے ہے۔

مالی طاقت اور وسعت

کو دیکھا جائے تو وہ ہم سے کئی گنا بڑھ کر ہیں۔ ہم ایک غریب جماعت ہیں لیکن وہ اپنے ساتھ بادشاہتیں رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے تو درحقیقت وہ ہم سے دس گنا بڑھ کر ہیں۔ لیکن اگر کم سے کم ان کی طاقت کو ہم دو گنی بھی فرض کریں تو اس کے معنے یہ بنتے ہیں کہ غیر احمدیوں کی طاقت ہم سے پانچ ہزار گنا زیادہ ہے۔ یعنی ہماری جماعت اگر تبلیغی

مشنوں پر پانچ لاکھ روپیہ خرچ کرتی ہے تو مسلمانوں کو اڑھائی ارب روپیہ خرچ کرنا چاہیئے۔ گویا مسلمانوں کی ہمارے مقابلہ میں اگر محض دگنی طاقت ہو جو کسی صورت میں بھی درست نہیں۔ ان کا مال اور ان کی دولت یقیناً بہت زیادہ ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں بھی بعض ایسے مسلمان تاجر موجود ہیں جو اکیلے اکیلے ہماری جماعت کی تمام جائداد خرید سکتے ہیں۔ پس دراصل تو ان کی مالی طاقت فرد فرد کی نسبت سے ہم سے کئی گنا زیادہ ہے لیکن اگر دگنی بھی فرض کی جائے۔ تب بھی اڑھائی ارب روپیہ سالانہ انہیں تبلیغ کے لئے خرچ کرنا چاہیئے لیکن وہ اڑھائی لاکھ بھی خرچ نہیں کرتے

اسکی وجہ کیا ہے؟

اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلافت کی نعمت عطا کی ہے جس سے وہ لوگ محروم ہیں۔ اس خلافت نے تھوڑے سے احمدیوں کو بھی جمع کر کے انہیں ایسی طاقت بخش دی ہے جو منفردانہ طور پر کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ یوں تو ہر جماعت میں کمزور بھی ہوتے ہیں اور ایسے طاقتور بھی ہوتے ہیں جو اکیلے تمام بوجھ کو اٹھا لیں مگر تمام افراد کو ایک رسی سے باندھ دینا مرکز کے ذریعہ ہوتا ہے مرکز کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ کمزور کو گرنے نہیں دیتا۔ اور طاقتور کو اتنا آگے نہیں نکلنے دیتا کہ دوسرے لوگ اس کے مقابلہ میں حقیر ہو جائیں۔ اگر مرکز نہیں ہو گا تو طاقتور اتنا آگے نکل جائے گا کہ باقی لوگ سمجھیں گے کہ یہ آسمان پر ہے اور ہم زمین پر ہیں۔ ہمارا اور اس کا آپس میں واسطہ ہی کیا ہے لیکن نظام اسلامی میں آ کر وہ ایسے برابر ہو جاتے ہیں کہ بعض مواقع پر امیر اور غریب میں کوئی فرق ہی نہیں رہتا۔ مثلاً

ہماری مجلس شوریٰ ہے

اس میں ہماری جماعت کا چوٹی سے چوٹی کا عالم بھی ہوتا ہے۔ بڑی سے بڑی دنیوی پوزیشن کا آدمی بھی ہوتا ہے اور ایک غریب سے غریب آدمی بھی ہوتا ہے جس کے بدن پر پورے کپڑے بھی نہیں ہوتے اور ہم نے بسا اوقات دیکھا ہے کہ بڑی بڑی ملکیت رکھنے والے اور دنیوی لحاظ سے بڑی حیثیت رکھنے والے میدان ہار جاتے ہیں اور ایک غریب آدمی معقول باتوں کی وجہ سے میدان جیت لیتا ہے غرض جماعت کی باگ چونکہ

ایک مرکز

کے ہاتھ میں ہے اس لئے کمزور کو کھینچ کر آگے کر دیا جاتا ہے اور طاقتور کو کھینچ کر پیچھے کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ چلے اور طاقتور اور کمزور

میں غیر معمولی تفاوت پیدا نہ ہو جائے۔ یوں بھی اسلام نے جماعتی حیثیت کے برقرار رکھنے اور اس کے احکام کی نے کو اتنی اہمیت دی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز باجماعت کا دس گنے زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ اب

سوال یہ ہے

کہ مسجد میں نماز پڑھنے سے کیوں زیادہ ثواب ملتا ہے۔ کیا مسجد کی اینٹوں کی وجہ سے ثواب ملتا ہے؟ مسجد کی اینٹوں کی وجہ سے ثواب نہیں ملتا بلکہ اس لئے ملتا ہے کہ وہاں مومن اکٹھے ہوتے ہیں اور اجتماع قومی طاقت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ گویا مسجد بھی ایک خلیفہ ہے جو مومنوں کو اکٹھا رکھتی ہے۔ جب جو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گیا۔ وہ درحقیقت ایک چھوٹے خلیفہ کے مظہر کے پاس گیا اور اس کی نماز دس گنا زیادہ ثواب لے گئی۔ ان مساجد سے زیادہ خانہ کعبہ کی مسجد میں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اس طرح مدینہ منورہ کی مسجد نبوی لوگوں کو اکٹھا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اور چونکہ خانہ کعبہ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور مسجد نبوی جس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نمازیں پڑھیں۔ تمام دنیا کے لوگوں کو جمع کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ اس لئے ان میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد کی نمازوں سے بھی زیادہ ہے۔ ورنہ خانہ کعبہ کو کوئی سونے کی اینٹیں نہیں لگی ہوئیں۔ اور نہ

مدینہ منورہ کی مسجد

میں ہیرے اور جواہرات لگے ہوئے ہیں۔ ان کی اینٹیں ویسی ہی ہیں جیسے تمام مساجد کی ہوتی ہیں۔ پھر کیا چیز ہے جس کی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان مساجد میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب کا موجب قرار دیا ہے۔ وہ چیز یہی ہے کہ یہ مساجد خدا اور رسول کی محبت کی وجہ سے دنیا کے لوگوں کو اکٹھا کرتی ہیں۔ اور

. . . .

ماموں چونکہ یہ باعث ہیں لوگوں کو اکٹھا کرنے کا اور اکٹھا ہونا ایک برکت والی چیز ہے اور اکٹھے مل کر کام کرنے سے بہت بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں اسلئے ان مساجد میں نماز پڑھنا بھی زیادہ ثواب کا موجب قرار دے دیا گیا۔ بہرحال اسلام کا باجماعت نمازوں کے لئے لوگوں کو مسجد میں جانے کی تلقین کرنا، ایک امام کے پیچھے ان کو کھڑا ہونے اور اس کی اقتدا کرنے کی نصیحت کرنا یا مسجد نبوی اور خانہ کعبہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کو بہت زیادہ قابل ثواب قرار دینا اس بات کی طرف

اشارہ کرتا ہے

کہ وہ مرکز جو قوم کو اکٹھا رکھتے ہیں جو افراد کو ایک جتھہ کی صورت میں بدل دیتے ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی برکت کو وابستہ کر دیتا ہے۔ اگر وہ لوگوں کو اکٹھا کرنے کا کوئی ذریعہ نہ بنائے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ اکٹھے نہ ہوں گے۔ اور جب وہ اکٹھے نہ ہوں گے تو ان کی طاقت ٹوٹ جائے گی اور وہ زندگی جو جتھہ کی وجہ سے کسی کو حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ ان کو حاصل نہیں ہو گی۔ پھر اگر مساجد کے پتھر اور چونہ اور اینٹوں کو محض اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کو اکٹھا کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت دے دی ہے کہ ان میں نماز پڑھنے کو اس نے کئی گنا زیادہ قابل ثواب قرار دیا ہے تو ظاہر ہے کہ اگر کوئی

انسانی مرکز

ہو گا تو وہ نہایت ہی برکت کا موجب ہو گا۔ یہ سیدھی بات ہے کہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے ذریعہ جتنا آدمی اکٹھا ہو سکتا ہے اتنا کبھی خانہ کعبہ یا مدینہ منورہ کی مسجد کے ذریعہ اکٹھا نہیں ہوا۔ پھر مسجد محض لوگوں کو جمع کرتی ہے۔ اور مافوق انسان ان کو جمع کرنے کے بعد ان سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے۔ اگر لوگوں کو صرف جمع کرنے والے مرکز اتنے بابرکت ہوتے ہیں۔ تو تم سمجھ لو کہ وہ مرکز جو لوگوں کو جمع کر کے ان سے کام بھی لے وہ کتنا بابرکت ہو گا۔

ہماری جماعت کے دوستوں کو چاہیئے

کہ وہ آپس میں مل کر مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات کیا کریں اور دوسروں کی ضروریات کا خیال رکھا کریں۔ جب لوگ آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے کے حالات دریافت کرتے ہیں تو انہیں بسا اوقات اپنے کسی کمزور یا حاجت مند بھائی کی مدد کرنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں اپنے بھائی کی مدد کرنے کی طاقت ہوتی ہے مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون مستحق ہے اور وہ کس قسم کی مدد کا محتاج ہے اس لئے وہ ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ اگر وہ ایک دوسرے سے ملیں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص مشکلات میں ہے۔ فلاں بیمار ہے۔ فلاں حاجتمند ہے اور ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیئے۔ اس علم کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کئی لوگوں کے دلوں میں

نیکی کا جذبہ

پیدا کر دیتا ہے اور وہ دوسروں کی تکلیف کو دور کرنے کا موجب بن جاتے ہیں۔ دنیا میں تمام نیک کام کوئی ایک شخص سرانجام نہیں دیا کرتا۔ کسی کے دل میں خدا تعالیٰ نے

کوئی بات ڈال دیتا ہے اور کسی کے دل میں حصہ لینے کی تحریک پیدا کر دیتا ہے اور کسی وقت کسی کے دل میں۔ اگر آپس میں لوگ ملتے رہیں۔ اور ایک دوسرے کے حالات سے انہیں واقفیت ہوتی رہے اور مساکین اور یتامیٰ اور غرباء کے حالات معلوم ہوتے رہیں تو خدا تعالیٰ کبھی کسی کو ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی توفیق بخش دے گا۔ اور کبھی کسی کو۔

یکجا سمجھتا ہوں

پھر اگر یہ واقعات جمع کئے جائیں کہ سلسلہ پر کون کون سے نازک مواقع آئے اور ان نازک موقعوں پر کس کس شخص کو نمایاں طور پر خدمت سرانجام دینے اور نیکی میں حصہ لینے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو یہ ایک نہایت عجیب کتاب بن سکتی ہے۔ اور لوگوں کو معلوم ہو سکتا ہے کہ کس طرح لوگ بعض مواقع پر قربانیاں کر گئے جبکہ دوسرے موقعوں پر وہ بہت پیچھے رہتے تھے۔ اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو ثواب میں شریک کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے کبھی کسی کو توفیق مل جاتی ہے اور کبھی کسی کو۔ پس اگر جماعت کے دوست آپس میں ملتے رہیں تو انہیں ثواب کے مواقع بھی مل سکتے ہیں اور ایک دوسرے کی

ہمدردی اور مواسات

کا راستہ بھی ان کے لئے کھل سکتا ہے اور پھر تبادلۂ خیالات کے نتیجہ میں ان کا علم بھی بڑھ سکتا ہے اور تبلیغ کی مشکلات کا بھی انہیں احساس ہو سکتا ہے۔ غرض ایک دوسرے سے ملنے اور مرکزی مقامات میں جمع ہونے کے بہت بڑے فوائد ہوتے ہیں۔ جن کو آسانی کے ساتھ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(الفضل ۱۵ / مارچ ۱۹۶۲ء)

دعائے نعم البدل

قادیان — افسوس کہ مورخہ ۲۱ / مارچ کی درمیانی شب جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال کے ہاں مردہ بچہ پیدا ہوا۔ اسی طرح صورتِ حال تشویشناک ہو جانے کا خطرہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے خاص فضل فرمایا۔ موصوف گھر والوں کی حالت بہت جلد سنبھل گئی۔ اور اب طبیعت بفضلہ تعالیٰ بہتر ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جناب شیخ صاحب کے گھر والوں کو مسلسل شفا بخشے۔ اور نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(۲)

امر دوم۔ اپنے دعاوی اور خداداد مشن پر کامل یقین

ہر مامور اور نبی کو اپنے منصب اور خداداد مشن پر کامل یقین و اعتماد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی مخاطب کر کے فرمایا:۔

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی (یوسف ع ۱۲)

کہ اعلان کیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے۔ میں اور میرے متبعین تم کو خدا کی طرف پوری بصیرت اور یقین کے ساتھ دعوت دیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اپنے دعاوی اور منصب پر کامل یقین و اعتماد تھا۔ حضور فرماتے ہیں کہ

(ا) "مجھے خدا تعالیٰ کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حَکم ہوں۔"

(اربعین نمبر اول صفحہ ۳)

(ب) ایک دفعہ دہلی کے ایک شخص نے حضور کی خدمت میں تحریراً عرض کیا کہ اپنے دعوے کے بارہ میں حضور حلفیہ طور پر لکھیں تو آپ نے اسی وقت تحریر فرمایا کہ

"میں اس خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے احادیث صحیحہ میں خبر دی ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں درج ہیں۔ وکفیٰ باللہ شہیداً۔"

المعلن ۱۷ / اگست ۱۸۹۹ء

بحوالہ ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۱)

(ج) سنہ ۱۹۰۳ء میں حضرت اقدس نے ایک سبز پوش فقیر کے اصرار پر اس کو یہ تحریر لکھ کر دی کہ

"میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر جو جھوٹوں پر لعنت کرتا ہے یہ گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ میں نے دعویٰ کیا ہے یا جو کچھ اپنے دعویٰ کی تائید میں لکھا ہے یا جو میں نے الہام الٰہی اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔ وہ سب صحیح ہے سچ ہے اور درست ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ"

(ذکر حبیب مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ صفحہ ۱۹۱)

(د) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خداداد مشن کے بارہ میں متحدیانہ انداز میں اکثر یہ فرماتے ہیں کہ:۔

"میرا خدا جو آسمان اور زمین کا مالک ہے میں اس کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اور وہ اپنے نشانوں سے میری گواہی دیتا ہے۔ اگر آسمانی نشانوں میں کوئی میرا مقابلہ کر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی میرے برابر اتر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے میں کوئی میرا ہم پلہ ٹھہر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر غیب کی پوشیدہ باتیں اور اسرار جو خدا کی اقتداری قوت کے ساتھ پیش از وقت مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی میری برابری کر سکے تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔

اب کہاں ہیں وہ پادری صاحبان جو کہتے تھے کہ نعوذ باللہ حضرت سیدنا و سیدالوریٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی یا اور کوئی امر خارق عادت ظہور میں نہیں آیا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ زمین پر وہ ایک ہی انسان کامل گذرا ہے جس کی پیشگوئیاں اور دعائیں قبول ہونا اور دوسرے خوارق ظہور میں آنا ایک ایسا امر ہے جو اب تک امت کے سچے پیروؤں کے ذریعہ سے دریا کی طرح موجیں مار رہا ہے۔ بجز اسلام وہ مذہب کہاں اور کدھر ہے جو یہ خصلت اور طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور وہ لوگ کہاں اور کس ملک میں رہتے ہیں جو اسلامی برکات اور نشانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں ..... اور میں صرف یہی دعویٰ نہیں کرتا کہ خدا تعالیٰ کی پاک وحی سے غیب کی باتیں میرے پر کھلتی ہیں اور خارق عادت امر ظاہر ہوتے ہیں بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ جو شخص دل کو پاک کر کے اور خدا اور اس کے رسول سے سچی محبت رکھ کر میری پیروی کرے گا وہ بھی خدا تعالیٰ سے یہ نعمت پائے گا مگر یاد رکھو کہ تمام مخالفوں کے لئے یہ دروازہ بند ہے۔ اور اگر دروازہ بند نہیں ہے تو کوئی آسمانی نشانوں میں مجھ سے مقابلہ کرے۔ اور یاد رکھیں کہ ہرگز نہیں کر سکیں گے پس یہ اسلامی حقیقت اور میری حقانیت کی ایک زندہ دلیل ہے۔"

(اربعین نمبر ۱ صفحہ ۳۴)

نیز فرمایا:

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف حجتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

(ھ) حضور ایک دوسرے مقام پر نہایت ہی شاندار اور زوردار الفاظ میں اپنے مشن اور اس کی کامیابی کا ذکر فرماتے ہیں کہ

"دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی۔ لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے ..... اے لوگو تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں۔ اور ہاتھ شل ہو جائیں۔ تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرے ..... پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے منہ اور ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا ..... جس طرح خدا نے پہلے ماموروں اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا ..... یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو۔ یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔"

(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۰)

نیز حضور فرماتے ہیں:-

یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار
ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار
(درثمین)

امر سوم۔ اللہ تعالیٰ سے کامل محبت

زندہ خدا سے تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے۔ اور آپ کو اُس زندہ خدا کے ساتھ ایک کامل تعلق تھا۔ حضور نے اللہ تعالیٰ کے انوار و برکات کا نزول خود اپنے نفس میں مشاہدہ کیا تھا اس لئے اُس حی و قیوم خدا کی طرف دُنیا کو دعوت دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ

(الف) "کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خدا ہے۔ جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا۔ اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے۔ اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے۔ اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے۔ جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔"
(کشتی نوح ص۲۳)

نیز فرمایا کہ:-

(ب) "میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے۔ اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں۔ تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولتمند ہو جائیں گے۔ جس کے پاس آج دُنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا۔ اور اُس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اُس کو پہچاننا اور سچا ایمان اُس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اُس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اُس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں۔" (اربعین نمبر ۱ ص۲)

(ج) "ہمارا زندہ حی و قیوم خدا ہم سے انسان کی طرح باتیں کرتا ہے۔ ہم ایک بات پوچھتے اور دعا کرتے ہیں تو وہ قدرت کے بھرے الفاظ کے ساتھ جواب دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ یقین کرا دیتا ہے کہ وہی ہے جس کو خدا کہنا چاہئے۔ وہ دعائیں قبول کرتا اور قبول کر کے اطلاع دیتا ہے۔"
(نسیم دعوت)

(د) خدا تعالیٰ کے نور کا ظہور اس کائنات میں خدا تعالیٰ کے نور کا ظہور ہے۔ اس بارہ میں حضور اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:-

(۱) کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُس میں جمالِ یار کا
اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تیری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تیری چمکار کا
(درثمین اردو)

(۲) ہیچ محبوبے نماند ہمچو یارِ دلبرم
مہر و مہ را نیست قدرے در دیارِ دلبرم
آں کجا روئے کہ دارد ہمچو رویش آب و تاب
واں کجا باغے کہ مے دارد بہارِ دلبرم
(براہین احمدیہ حصہ چہارم)

(۳) آں خدائیکہ ازو خلق و جہانے بے خبر اند
بر من او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر
(سراج منیر)

ایک قابل قدر ڈائری حضرات! وہ خدا جس سے دُنیا بے خبر تھی۔ اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر تجلی فرمائی تھی۔ جن لوگوں کو بصیرت حاصل نہ تھی وہ آپ کی تکذیب و تکفیر کرتے تھے۔ حضور ان لوگوں کی مخالفت اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کا تذکرہ کیا ہی پیارے الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:-

"اے میرے مولا۔ میرے پیارے مالک۔ میرے محبوب۔ میرے معشوق خدا۔ دُنیا کہتی ہے تو کافر ہے۔ مگر کیا تجھ سے پیارا مجھے کوئی اور مل سکتا ہے۔ اگر ہو۔ تو اُس کی خاطر تجھے چھوڑ دوں۔ لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ جب لوگ دُنیا سے غافل ہو جاتے ہیں۔ جب میرے دوستوں اور دشمنوں کو علم تک نہیں ہوتا کہ میں کس حالت میں ہوں۔ اُس وقت تو مجھے جگاتا ہے۔ اور محبت سے پیار سے فرماتا ہے۔ کہ غم نہ کھا۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ تو پھر اے میرے مولیٰ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس احسان کے ہوتے ہوئے پھر بھی میں تجھے چھوڑ دوں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔"
(بدر ۱۱؍جنوری ۱۹۱۲ء ص۶)

حضور نے یہ بھی فرمایا:-

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار
اے خدا ہو تیری رہ میں میرا یہ جسم و جان و دل
میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار
(درثمین)

خدا کا شیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ پر ایک سچا اور زندہ یقین تھا۔ اسی لئے آپ اپنی دعوت اور پیغام حق کے پہنچانے کے راستہ میں آنے والی مشکلات و مصائب سے کبھی نہیں گھبراتے اور نہ ہی مخالفین کی ریشہ دوانیوں اور دھمکیوں سے مرعوب ہوتے۔ کیونکہ آپ خدا تعالیٰ کے شیر تھے۔ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ کی ایک روایت جو سیرۃ المہدی حصہ اول میں درج ہے۔ اس کا ملخص پیش کرتا ہوں۔ کہ

مولوی کرم دین کے مقدمہ میں حضور علیہ السلام جب گورداسپور آئے۔ تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ کہ آریوں نے باہم مشورہ کر کے مجسٹریٹ چندو لال کو کہا ہے کہ اب آپ کے ہاتھ میں وہ شکار ہے۔ اگر آپ نے ہاتھ سے جانے دیا۔ تو آپ قوم کے دشمن ہوں گے۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ میں اس پہلی ہی پیشی میں عدالتی کارروائی عمل میں لاؤں گا۔ جب حضور کو یہ واقعہ سنایا گیا۔ تو حضور لفظ شکار پر اٹھ کر بیٹھ گئے اور جوش سے فرمایا:-

"میں اُس کا شکار ہوں۔ میں شکار نہیں ہوں۔ میں شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا شیر۔ وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ ایسا کر کے تو دیکھے۔"

حضور علیہ السلام نے کئی دفعہ یہ الفاظ دہرائے۔ پھر فرمایا:-

"میں کیا کروں۔ میں نے تو خدا کے سامنے پیش کیا ہے کہ میں تیرے دین کی خاطر اپنے ہاتھ اور پاؤں میں لوہا پہننے کو تیار ہوں۔ مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں میں تجھے ذلت سے بچاؤں گا۔ اور عزت کے ساتھ بری کروں گا۔"

چنانچہ حضور کی ملالت کی وجہ سے پیشی ملتوی ہو گئی۔ چندو لال مجسٹریٹ بھی تبدیل ہو گیا۔ اور اس کے عہدہ میں بھی تنزل ہوا۔ اور وہ اپنے ناپاک ارادوں میں ناکام و نامراد رہا۔
(تلخیص از سیرت المہدی حصہ اول ص۹۲ تا ص۹۵)

اسی تعلق باللہ پر ناز کرتے ہوئے حضور علیہ السلام اپنے بدخواہوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

سر سے لے کر پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار
خود خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار
مجھ کو پردہ میں نظر آتا ہے اک میرا معین
تیغ کو کھینچے ہوئے اس پر جو کرتا ہے وہ وار

اِنتقالِ پُر ملال

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ ہماری جماعت کے ایک نہایت مخلص اور مخیر دوست مکرم شمعون علی طیب علی صاحب ساچک رئیس بوہرہ کیونٹی آف ٹانگانیکا (مشرقی افریقہ) بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے انہوں نے قرآن مجید کا سواحیلی زبان میں ترجمہ شائع کرنے کے لئے احمدیہ مشن مشرقی افریقہ کو ایک لاکھ شلنگ بطور عطیہ دیا تھا۔ جس سے قرآن مجید کا ترجمہ شائع کرنے میں کافی مدد ملی تھی۔ فجزاہ اللہ الجزاء فی الآخرۃ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔ اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق اور سعادت بخشے۔ آمین۔

قائمقام ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحریر فرمودہ مضمون سب پر بالا رہا

جلسۂ اعظم مذاہب منعقدہ لاہور کے متعلق ایک اخبار کا ریویو

یہ مضمون خاکسار نے اخبار جنرل گوہر آصفی نمبر سوم ۲۴ر جنوری ۱۸۹۷ء میں سے نقل کیا ہے۔ جس کے مالک محمد وزیر صاحب ہیں۔ اور ریپن پریس کولو ٹولہ کلکتہ سے شائع ہوتا تھا۔ اس کی اصل کاپی مولوی محمد اجمل صاحب مربی سلسلہ احمدیہ پشاور کے پاس موجود ہے۔ میں ان کے شکریہ کے ساتھ یہ ریویو درج کرتا ہوں۔ (قمر علوی سائیکل سیاح اتمانزئی مردان)

"ہمارے اخبار کے کالموں میں چھپ کر ناظرین پر واضح ہو گا یہ بحث ہو چکی ہے کہ اس جلسۂ اعظم مذاہب میں اسلامی وکالت کے لئے سب سے زیادہ لائق شخص کون تھا۔ ہمارے ایک معزز لائق نامہ نگار صاحب نے سب سے پہلے خالی الذہن ہو کر اور حق کو مدنظر رکھ کر حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کو اپنی رائے میں منتخب فرمایا تھا۔ جس کے ساتھ ہمارے ایک مکرم مخدوم نے اپنی مراسلت میں توارد اتفاق ظاہر کیا تھا۔ جناب مولوی سید محمد فخر الدین صاحب فخر نے بڑے زور کے ساتھ اس انتخاب کی نسبت اپنی آزاد اور قابل اور بیش قیمت رائے پبلک کے پیش فرمائی تھی۔ انہی میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان اور جناب سر سید احمد صاحب علیگڑھ کو انتخاب فرمایا تھا اور ساتھ ہی اس اسلامی وکالت کے لئے زمرہ حضرات ذیل کے نام نکالا تھا۔ جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔ جناب مولوی حاجی سید محمد علی صاحب کانپوری اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بھی نامناسب نہ ہو گا کہ ہمارے ایک وکیل اخبار کے ایک نامہ نگار نے جناب مولوی عبد الحق صاحب دہلوی مصنف تفسیر حقانی کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ اس کے آگے جلسہ کے محرک سوامی شوگن چندر کے اشتہار کا ذکر ہے۔ جو انہوں نے اس جلسہ میں ہر مذہب کے علماء کو آنے کی ترغیب دلائی تھی۔ اس اشتہار کے حصہ کو بخوف طوالت میں چھوڑ دیتا ہوں۔ (ناقل ہذا)

اب ہمارے پیارے ناظرین کو غور کرنا چاہیئے کہ اس جلسے کے اشتہاروں وغیرہ کے دیکھنے اور دعوتوں کے پہنچنے پر کن کن علمائے ہند کو رگِ حمیت نے اس وقت اسلام کی وکالت کے لئے کیا جوش دکھایا۔ اور کہاں تک انہوں نے اسلامی حمایت کو اٹھا کر حجج و براہین کے ذریعے ربانی ہیبت کا سکہ غیر مذہب والوں کے دل پر بٹھانے کی کوشش کی ہے۔ ہمیں معتبر ذریعے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کارکنان نے خاص طور پر

حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور

جناب سر سید صاحب کو شریک ہونے کے لئے خط لکھا تھا۔ تو حضرت مرزا صاحب علالتِ طبع کی وجہ سے بنفس نفیس شریک نہ ہو سکے مگر اپنا مضمون بھیج کر اپنے ایک شاگرد خاص جناب مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی کو اس کی قرأت کے لئے مقرر فرمایا لیکن جناب سر سید نے شریک جلسہ ہونے اور مضمون بھیجنے سے کنارہ کشی فرمائی۔ یہ اس بناء پر نہ تھا کہ وہ معمر ہو چکے تھے۔ اور ایسے جلسوں میں شریک ہونے سے پرہیز کر رہے ہیں۔ اور نہ اس بناء پر تھا کہ انہیں ایام میں ایجوکیشنل کانفرنس کا انعقاد میرٹھ میں مقرر تھا۔ بلکہ یہ اس بناء پر تھا۔ کہ مذہبی جلسے ان کی توجہ کے قابل نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی تحریر میں جس کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اخبار میں کسی اور وقت درج کریں گے۔ صاف لکھ دیا ہے کہ وہ کوئی واعظ اور مولوی نہیں۔ یہ کام واعظوں اور ناصحوں کا ہے۔

جلسے کے پروگرام کے دیکھنے سے اور نیز تحقیق کرنے سے ہمیں یہ پتہ ملتا ہے کہ جناب مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری کا جناب مولوی عبد الحق صاحب دہلوی اور جناب مولوی احمد حسن صاحب عظیم آبادی نے اس جلسہ کی طرف کوئی جوشیلی توجہ نہیں فرمائی۔ اور ہمارے مقدس زمرۂ علماء سے کسی اور سلائق فرد نے اپنا مضمون پڑھنے یا پڑھوانے کا عزم بنایا؟

ہاں ایک دو عالم صاحبوں نے بڑی ہمت کر کے جلسہ ہائے لاہور میں قدم رکھا مگر الٹا۔ اس لئے کہ انہوں نے یا تو مقرر کردہ مضامین پر گفتگو نہ کی۔ یا بے سر و پا کچھ ہانک دیا۔ جیسا کہ ہماری آئندہ رپورٹ سے واضح ہو گا۔

غرض جلسہ کی کارروائی سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدانِ مقابلہ میں اسلامی

پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا ہے

اور اس انتخاب کو راست کیا ہے۔ جو خاص آپ کی ذات کو اسلامی وکیل مقرر کرنے میں پشاور۔ راولپنڈی۔ جہلم۔ شاہ پور۔ بھیرہ۔ خوشاب۔ سیالکوٹ۔ جموں۔ وزیر آباد۔ لاہور۔ امرتسر۔ گورداسپور۔ لدھیانہ۔ شملہ۔ دہلی۔ انبالہ۔ ریاست پٹیالہ۔ کپورتھلہ۔ ڈیرہ دون۔ الہ آباد۔ مدراس۔ بمبئی۔ حیدر آباد دکن۔ بنگلور وغیرہ بلاد ہند کے مختلف اسلامی فرقوں سے وکالت ناموں کے ذریعے مزین بدستخط ہو کر وقوع میں آیا تھا۔

حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسہ میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا تعالیٰ کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا۔ بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی۔ کہ موافقین اور مخالفین بھی سچے فطرتی جوش سے کہہ اٹھے۔ کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے بالا ہے۔

صرف اسی قدر نہیں بلکہ اختتام مضمون پر حق الامر معاندین کی زبانوں پر یوں جاری ہو چکا کہ

اب اسلام کی حقیقت کھلی اور اسلام کو فتح ہوئی۔

جو انتخاب نیز ہدف کی طرح راست بر نشانہ ٹھیک نکلا۔ اب اس کی مخالفت میں دم زدن کی گنجائش ہے ہی نہیں۔ بلکہ وہ ہمارے فخر و ناز کا موجب ہے۔ جس لئے کہ اسی میں اسلامی شوکت ہے اور اسی میں اسلامی عظمت۔ اور حق بھی یہی ہے۔

گرچہ جلسۂ اعظم مذاہب کا ہند میں یہ دوسرا اجلاس تھا۔ لیکن اس نے اپنی شان و شوکت اور جاہ و حشمت کی رو سے ساری ہندوستانی کانگرسوں اور کانفرنسوں کو مات کر دیا ہے۔ ہندوستان کے مختلف بلاد کے رؤساء اس میں شریک ہوتے۔ اور ہم بڑی خوشی کے ساتھ یہ ظاہر کیا چاہتے ہیں کہ ہمارے مدارس نے بھی اس میں حصہ لیا ہے۔ جلسہ کی دلچسپی یہاں تک بڑھی کہ مشتہرہ تین دن پر ایک دن بڑھانا پڑا۔ انعقادِ جلسہ کے لئے کارکن کمیٹی نے لاہور میں سب سے بڑی وسعت کا مکان اسلامیہ کالج تجویز کیا۔ لیکن خلقِ خدا کا اژدہام اس قدر تھا کہ مکان کی جگہ غیر مکتفی ثابت ہوئی۔

جلسہ کی عظمت کا یہ کافی ثبوت ہے کہ کل پنجاب کے عمائدین کے علاوہ چیف کورٹ پنجاب اور ہائی کورٹ الہ آباد کے آنریبل جج بابو پرتول چندر صاحب اور مسٹر بنرجی نہایت خوشی سے شریک جلسہ ہوئے۔ اس جلسہ کے لئے سابق چھ پریذیڈنٹ مقرر ہو چکے تھے۔ جن کے نام نامی یہ ہیں۔

(۱) رائے بہادر بابو پرتول چندر چٹرجی جج چیف کورٹ پنجاب
(۲) خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب اسمال کاز کورٹ لاہور
(۳) رائے بہادر پنڈت رادھا کشن صاحب کول پلیڈر چیف کورٹ و سابق گورنر جموں
(۴) سردار دیال سنگھ صاحب رئیس اعظم مجیٹھہ
(۵) رائے بہادر بھوانی داس صاحب افسر بندوبست ضلع جہلم
(۶) مولوی حکیم نور الدین صاحب سابق طبیب رئیسی مہاراجہ صاحب بہادر والئے کشمیر۔

اور یہی مولوی صاحب تھے جو اختتام جلسہ پر خاتمہ کی تقریر کرنے کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔"

جنرل گوہر آصفی
۲۶ر جنوری ۱۸۹۷ء

(الفضل ۲۲ر مارچ [illegible])

شذرات!

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی۔

فرقہ دارانہ فسادات

بڑے بڑے شہروں کے رہنے والے جانتے ہیں کہ ہر ایسے شہر میں کچھ امن دشمن اور شر پسند عناصر بھی رہتے ہیں۔ یہ لوگ تعمیری مہم میں تو نہایت سست، کند ذہن اور ناکارہ وجود ہوتے ہیں۔ لیکن جب تخریبی کاموں کا وقت آتا ہے۔ تو ان سے زیادہ چست۔ چالاک اور مستعد کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔

ان سے اگر کہا جائے کہ چلو فلاں جگہ "شرمدان" کرو۔ درخت لگاؤ۔ مہم میں حصہ لو۔ پل بناؤ۔ یا نالہ کھود دو۔ تو فوراً ان کے ہاتھ پیر پھول جائیں گے۔ اور اگر ان سے یہ کہا جائے کہ فلاں کی پریم رکھنا ہے یا فلاں ندرعا کی بانده کاٹنی ہے۔ تو وہ فوراً اپنی شہ زوری دکھانے پر تیار ہو جائیں گے۔

یہ تو شہری زندگی کا ایک منظر ہوا۔ اب اس کا دوسرا منظر دیکھئے۔

ان فتنہ پرور افراد کے علاوہ ہر شہر میں کچھ ایسے خود غرض اور امن دشمن لوگ بھی رہتے ہیں۔ جنہیں ہمیشہ ھل من مزید کی فکر لگی رہتی ہے۔ کوئی سوچتا ہے کہ فلاں کرایہ دار سے مکان خالی کرا لیا جائے۔ تو دوسرا شخص اس مکان کا دگنا کرایہ دے گا۔ پگڑی الگ لے گی۔ کوئی سوچتا ہے کہ فلاں دکاندار کی دکان کسی طرح بند ہو جائے۔ تو چارا کاروبار خوب چمکے اُٹھے گا۔ کسی کو یہ خیال ستاتا ہے کہ کسی ڈھب سے فلاں کا کارخانہ بند ہو جائے تو ہمارا کارخانہ خوب چلے گا اور مال بھی اچھے داموں بکے گا۔ اونچی اونچی دکانوں والے دن بدن یہ دیکھ کر کڑھتے رہتے ہیں کہ ان "پھیری والوں" اور خوانچہ فروشوں کے باعث ہمارا روزگار مندا پڑ گیا ہے ان سے نجات پانے کی صورت نکالنی چاہیئے۔

اسی طرح کچھ جاہ پسند اور اقتدار پرست لیڈر ہوتے ہیں۔ جن کو ملک و قوم سے زیادہ فکر اپنی لیڈرشپ کی رہتی ہے۔ وہ جب دیکھتے ہیں کہ لیڈری خطرہ میں ہے۔ اور یہ خطرہ "اتحاد و یکجہتی" کی فضا کے باعث پیدا ہوا ہے۔ تو وہ فوراً فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کی مہم تیز کر دیتے ہیں۔ کیوں کہ ان کی قیادت محفوظ رہے۔

الغرض مختلف قسم کے غرض مند لوگ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اخلاق و انسانیت اور مذہب و سیاست کو ہمیشہ اپنی اغراض پر بھینٹ چڑھانے کو تیار رہتے ہیں۔ یہ ایسے حالات کے منتظر رہتے ہیں جب ایک کو دوسرے سے ٹکرا دینا ان کے مفید مطلب ہوتا ہے۔ اور جب ایسے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں تو یہ فوراً ان فساد پرور اور درندہ صفت عناصر کو اشارہ کر دیتے ہیں۔ اور پھر ملک میں "راون" کی فوج ادھم مچانے لگتی ہے۔

اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر کوئی تو اپنا مکان کرایہ داروں سے خالی کرا لیتا ہے کوئی کسی کی دکان لٹوا دیتا ہے کسی کے اشارے پر کارخانہ جلا دیا جاتا ہے۔ کوئی فٹ پاتھ سے پھیری والوں اور خوانچہ فروشوں کا صفایا کرا دیتا ہے۔ کوئی اگلے الیکشن میں ووٹ لینے کے لئے راستہ ہموار کر لیتا ہے۔ اور کوئی انشورنس کمپنی سے روپے کھینچنے کے لئے اپنی کار۔ مکان یا فیکٹری میں آگ لگوا دیتا ہے۔ ملک و قوم پر قیامت کی گھڑی آئی ہوتی ہے۔ مگر ان کے نزدیک یہ مرادوں کے دن ہوتے ہیں۔

ان دنوں ہندوستان و پاکستان میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ اسی کو ہماری اصطلاح میں "فرقہ دارانہ فساد" کہتے ہیں۔

میونسپل کارپوریشن بمبئی کا ہنگامہ | آج کل بمبئی میں فری اسٹائل کشتی کا میلہ لگا ہوا ہے روزانہ رات کے

ہر شیکے سے نامی گرامی پہلوان اپنے کمالات کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔ کچھ لوگ تو باقاعدہ ٹکٹ خرید کر یہ میلہ دیکھنے جاتے ہیں۔ لیکن جو ایسی بھیڑ بھاڑ پسند نہیں کرتے۔ وہ صبح سویرے اخبارات میں "دنگل" کی رُوداد پڑھ کر اپنا جی بہلا لیتے ہیں۔

لیکن ۹ر مارچ کو سردار وبھ بھائی پٹیل اسٹیڈیم میں فری اسٹائل کشتی کا جو شاندار مظاہرہ ہوا۔ لوگوں کو اس کی رپورٹ پڑھنے میں وہ لطف نہیں آیا۔ جو میونسپل کارپوریشن بمبئی کے ہنگامے کی خبر پڑھنے میں۔ اُن پہلوانوں کے بارے میں تو سبھی جانتے ہی ہیں کہ وہ اکھاڑے میں بھینسوں کی طرح لڑا کرتے ہیں۔ لیکن کارپوریٹروں کے متعلق کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ شہر کے ان چیدہ چیدہ نمائندوں کو بھی کارپوریشن ہال میں ایسی کشتی لڑنے کا موقعہ آتا ہے۔

قصہ یہ ہے کہ بمبئی عظمیٰ کے ایک گاؤں "جوگیشوری" میں کچھ دنوں سے مکان مالک اور کرایہ داروں میں کشیدگی چل رہی ہے۔ اس کشیدگی نے پہلی مرتبہ جنوری میں فساد کی صورت اختیار کی۔ اور دو جانیں ضائع ہوئیں۔ ۲ر مارچ کو دوبارہ اسی جگہ پر فساد ہوا۔ یہ فساد نسبتاً زیادہ سخت قسم کا تھا۔ اس میں چار آدمی مارے گئے۔ اور ستر آدمی زخمی ہوئے۔ کچھ مویشی بھی جلائے گئے۔ پاکستان ریڈیو نے ان دونوں فسادات کو بھی فرقہ وارانہ فساد کہہ کر ہندوستان کو بدنام کرنا چاہا ہے۔ حالانکہ یہ فساد اس معنی میں فرقہ وارانہ نہیں۔ جن معنے میں پاکستان بولتا ہے۔ اس فساد کا پس منظر کچھ اور ہی ہے۔ یہ اصل میں مالک مکان اور کرایہ داروں کا جھگڑا ہے۔ دوسری جگہ اس جھگڑے کو کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی۔ مگر بمبئی میں یہ مسئلہ دن بدن اُلجھتا ہی جا رہا ہے۔ اور کچھ سیاسی رہنما اس کو زیادہ اُلجھانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ یہ ہندو مسلم فساد تو نہیں۔ لیکن اگر یہ کشیدگی اسی طرح بڑھتی رہی تو ممکن ہے کہ یہ "مرہٹہ اور غیر مرہٹہ" فساد کا رخ اختیار کرے۔

بہرحال اس فساد کے بعد میونسپل کارپوریشن کا جو اجلاس ہوا۔ اس میں حزب مخالف نے اس پر بحث کرنے کے لئے تحریک التوا پیش کی۔ اس پر کانگرس پارٹی اور اپوزیشن کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ حزب مخالف کا تو دستور ہے کہ وہ ایسے معاملات کو بہت اہمیت دیتی ہے۔ اور حکمران پارٹی عموماً ایسی باتوں سے گریز کرتی ہے۔ ایک پارٹی کچھ سوچے سمجھے بغیر تحقیقات اور کمیشن کی تقرری کا مطالبہ کرتی ہے۔ تو دوسری ......

...... پارٹی کچھ سوچے سمجھے بغیر ایسے مطالبات کے ماننے سے انکار کر دیتی ہے۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ حزب مخالف کانگرس کے رویے پر مشتعل ہو گئی۔ بس کیا تھا آناً فاناً کارپوریشن کا ہال فری اسٹائل کشتی کا اکھاڑا بن گیا۔

کہتے ہیں سب سے پہلے فریق مخالف نے شہر کے میئر پر حملہ کیا۔ ان کے مائیکروفون کا تار کاٹ ڈالا۔ ان کے ہاتھ سے کاغذات چھین لئے اور انہیں کرسی سے دھکیل دیا۔

میئر کا یہ حال زار دیکھ کر جب کانگرس پارٹی ان کی طرف سے دفاع کے لئے آئی تو اب فریق مخالف کے لیڈر نے عام حملہ کا حکم دے دیا۔ مگر مشکل تو یہ تھی کہ یہ لڑنے والے سب۔ دونوں اناڑی۔ کبھی دنگل میں اُترے نہیں۔ داؤ پیچ سے واقف نہیں۔ لیکن پھر بھی اور سب دونوں نے اپنے کمالات کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ سب ہاتھا پائی کرنے کرتے گتھم گتھا ہو گئے۔ کسی نے اپنے ناخنوں سے کام لیا تو کسی نے اپنے دانتوں سے نسیکو کاٹا۔ البتہ یہ بات رپورٹ میں نہیں آئی کہ کسی نے دو ہتڑ یا دولتی چلائی یا نہیں غالباً اس فن کا کسی نے مظاہرہ نہیں کیا ہو گا۔ اس کے لئے تو پہلوانوں جیسی مشق چاہیئے۔

اور بمبئی کارپوریشن کی تاریخ میں تو اس سے پہلے کارپوریٹروں نے ایسی کوئی مشق نہیں کی۔ میئر نے جب دیکھا کہ یہ ہال بالکل میدان جنگ بن گیا تو انہوں نے میونسپل کمشنر کو حکم دیا کہ قیام امن کے لئے پولیس طلب کی جائے۔

ظاہر ہے کہ اس نئی انوکھی کشتی کو چھوڑ کر دارا سنگھ اور تیجا سنگھ کی کشتی سے کون لطف اندوز ہوتا۔ چنانچہ دن بھر بمبئی شہر کے پچاس لاکھ باشندے یہ خبر پڑھ پڑھ کر چٹخارے لیتے رہے۔

یہ تو اصل واقعہ تھا۔ اب باقی تھا اس پر حاشیہ آرائی اور رائے زنی کی۔ اور یہ کام آج کل پبلک کی طرف سے صحافیوں اور اخبار نویسوں کو سونپا گیا ہے۔ انہوں نے جب اس واقعہ پر خامہ فرسائی کی تو یہ کہا کہ کارپوریشن کا یہ ہنگامہ جمہوری نظام جمہوری روایات اور جمہوری اقدار کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس کی مذمت ہونی چاہیئے۔ ان اخبار نویسوں سے یہ کون پوچھے گا کہ اگر جمہوری طرز حکومت سے یہ باتیں خارج کر دی جائیں۔ تو پھر جمہوری نظام میں باقی کیا رہ جاتا ہے۔ کیا مسٹر خروشچیف نے یو این۔ او کی بھری مجلس میں صدر جلسہ کو اپنا جوتا اور ہتھوڑی نہیں دکھائی؟ کیا مشرقی پاکستان کی اسمبلی میں حزب مخالف نے ڈپٹی اسپیکر کو کرسیوں سے پیٹ پیٹ کر ہلاک نہیں کیا؟ کیا یو۔ پی کی اسمبلی میں ایسا ہنگامہ نہیں ہوا!؟ اگر تاریخ جمہوریت سے ایسے واقعات خارج کر دیئے جائیں تو پھر یہ حکمران افراد کی تاریخ نہیں ہو گی۔ پھر تو یہ سارا مضمون اور سنتوں کا پوتر جیون ہو جائے گا۔

جمہوریت کا سب سے بڑا فیضان تو یہی ہے کہ ہر شخص اپنے کو خود سر اور حکمرانی کا حقدار سمجھتا ہے۔ اس حالت میں کون کس کے منہ میں لگام اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالے۔ اگر خدا وہ دن لائے کہ ہمارے صحافی اور لیڈر جمہوریت کے علاوہ کچھ اخلاقی باتیں بھی سوچنے لگیں تو اس دن یہ کہا جائے گا کہ ایسے ہنگامے اخلاق۔ انسانیت اور شائستگی کے خلاف ہیں۔ اور ان کا یہ کہنا بجا ہو گا۔

نصرت گرلز سکول قادیان میں

جلسہ تقسیم انعامات

قادیان ۳۰ر مارچ آج بعد نماز عصر نصرت گرلز سکول قادیان کی طرف سے طالبات کی تعلیمی حوصلہ افزائی کیلئے ہر کلاس میں اوّل دوم آنے والی طالبات کو محترمہ ہیڈ مسٹرس صاحبہ نے انعامات تقسیم کئے۔ اس موقعہ پر طالبات کی رشتہ دار خواتین بھی تشریف لائی ہوئی تھیں۔ سکول میں احمدی بچوں کے علاوہ ایک خاص تعداد میں غیر مسلم بچیاں بھی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ اور باقاعدہ طور پر سرکار کی طرف سے منظور شدہ ہے۔

تاریخ وسوانح

مجدّدِ اوّل حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ

از مکرم مولوی محمد یعقوب صاحب امجد فاضل دینیات

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر گوناگوں احسان فرمائے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ان کی ہدایت کے لئے اور اپنے قرب و رضا کا مستحق بنانے کے لئے سلسلہ لازوال نے نبوت و رسالت کو جاری فرمایا۔ انسانی دُنیا کے نقطۂ آغاز سے سرور عالم جہاں محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت تک یہ سلسلہ اپنے کمال کو پہنچا۔ جب حکمت خداوندی نے تکمیلِ دین و شریعت کا فیصلہ فرمایا، تو دیگر انبیائے کرام کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طبعی عمر گزار کر اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ چونکہ آپ کا دین قیامت تک کے لئے اور دُنیا کی تمام اقوام کے لئے تھا۔ دنیا کی مختلف ملتوں اور تہذیبوں سے اُسے واسطہ پڑنا تھا۔ اور ہر مزاج و تہذیب کے لوگوں کو اس میں داخل ہونا تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر ناگزیر تھا کہ جس طرح پہلے نبیوں کے ذریعے آئی ہوئی آسمانی تعلیم وہدایت میں طرح طرح کی تحریفیں اور آمیزشیں ہوئیں اور عقائد و اعمال کی بدعتوں نے ان میں جگہ پائی۔ کہیں اس آخری ہدایت و تعلیم میں بھی تحریف و تبدیل کی کوشش کی جاتی۔ لہٰذا سلسلۂ نبوت کے بعد اس کی حفاظت کے لئے ایک خاص سلسلے شریعت حقہ کی خبر قرآن مجید میں ان الفاظ میں دی گئی ہے۔

ان نحن نزلنا الذکر انا لہٗ لحافظون (سورۂ حجر)

اس قرآنی نص کے بعد حدیث کی طرف رجوع کریں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں مذکورہ نص کی صراحت کرتا ہے

ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (سنن ابو داؤد)

آنحضرت کے اس ارشاد کی روشنی میں شریعت کے حفاظتی انتظام کا تعین کیا جائے تو یہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کا دورِ خلافت بنتا ہے۔ یا یوں کہئے کہ مذکورہ حدیث کے مطابق مجددیت کا آغاز حضرت عمر بن عبد العزیز سے ہوتا ہے۔ تمام آئمہ سلف اور مورخین نے اس بات کو بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔ کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ پہلی صدی کے مجدد ہیں۔

۹۹ھ میں سلیمان بن عبد الملک کا انتقال ہوگیا۔ تو رجاء بن حیوۃ نے بنی اُمیّہ کو دابق کی مسجد میں جمع کرکے پہلے اُن سے زبانی ولیعہدی کی بیعت کی تجدید کرائی، پھر خلیفہ کی وفات کی خبر سُنائی۔ اس کے بعد ایک سربمہر فرمان ان کے سامنے کھول کر پڑھا۔ جس میں عمر بن عبد العزیز کا نام لکھا تھا۔ چنانچہ عمر بن عبد العزیز کو منبر پہ لایا گیا بیعت کے بعد تعمیر خلافت کو روانگی کے لئے سواری آئی۔ تو آپ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ اور حسب معمول اپنے ہی خچر پر سوار ہوکر تشریف لے گئے۔ اس طرح آپ اچانک خلیفہ کے منصب پر فائز ہوئے۔

عمر ایک درویش صفت، خدا ترس اور صالح انسان تھے۔ آپ نے ہمیشہ ظلم و تعدی اور اخلاقی پستی کا سختی سے محاسبہ کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دینِ اسلام کی بنا عدل و انصاف اور مساوات پر مبنی ہے۔ آپ کے ان اوصاف کی وجہ سے آپ کو "خلیفۂ صالح" کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

عمر بن عبد العزیز رحمہ نے از سرِ نو جمہوریت کے تقاضوں کو پورا کیا۔ اور ایک بار پھر خلفائے راشدین اور رسول اللہ صلعم کے مبارک عہد کی یاد کو تازہ کر دکھایا۔ اسی بناء پر مؤرخین نے بعض جگہ آپ کو خلفائے راشدین کے زمرے میں شمار کیا ہے۔

آپ ۶۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۱ھ میں انتقال فرما گئے۔ مدتِ خلافت دو برس، پانچ ماہ رہی، اور کل عمر ۳۹ سال پائی۔ آپ کا دورِ خلافت نہایت مختصر تھا۔ مگر آپ نے جس خلوص اور راستبازی سے اس فریضے کو سرانجام دیا۔ اُس کی مثال آج تک نہیں ملتی۔

آپ اسلام کی ایک چلتی پھرتی تصویر اور مکمل نمونہ تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ شاہانہ جاہ و جلال اور سطوت و جبروت نام کو بھی آپ کے پاس نہیں پھٹکی تھی۔ نہایت خوش خلق اور نرم خو تھے۔ قومی امور میں پوری امانت و دیانت کا لحاظ رکھتے تھے۔ تواریخ میں لکھا ہے کہ ایک رات آپ کسی قومی کام میں مصروف تھے کہ آپ کا ایک خادم کسی گھریلو معاملہ پر آپ سے بات چیت کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے اندر آنے کی اجازت تو دیدی لیکن ساتھ ہی فرمایا: "پہلے اس چراغ کو بجھا دو۔ پھر مجھ سے بات کرنا کیونکہ اس میں جلنے والا تیل مسلمانوں کے بیت المال سے خریدا گیا ہے اور وہ صرف قومی کاموں پر ہی صرف ہوسکتا ہے۔"

اللہ اللہ! کیسا ایمان اور کیسی دیانت تھی ان لوگوں میں! آپ کے جیسیوں ایسے ملفوظات ہیں جو آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں اور آج کے دور میں بھی مشعلِ راہ کا کام دیتے ہیں۔

آپ کا مسلک یہ تھا کہ جہاں موقعہ مل جاتا وہیں کچھ نہ کچھ خطاب فرماتے چنانچہ ایک دفعہ مسجد میں یوں خطاب فرمایا:-

"یا ایھا الناس انکم لم تخلقوا عبثاً ولن تترکوا سدًی۔ وان لکم معادًا ینزل اللہ فیہ للحکم فیکم والفصل بینکم وقد خاب وخسر من خرج من رحمۃ اللہ التی وسعت کل شیء وحرم الجنۃ التی عرضھا السمٰوٰت والارض ألا واعلموا انما الأمان غدًا لمن حذر اللہ وخافہ وباع نافذًا بباق وقلیلًا بکثیر وخوفًا بأمان ألا ترون أنکم فی أسلاب الھالکین وسیخلفھا بعدکم الباقون ...... فاتقوا اللہ قبل نزول الموت والقضاء مواقعہ وأیم اللہ إنی لأقول لکم ھذہ المقالۃ وما أعلم عند احد منکم من الذنوب اکثر مما عندی فاستغفر اللہ وأتوب إلیہ وما منکم أحد تبلغنا عنہ حاجۃ إلا أحببت أن أسد من حاجتہ ما قدرت علیہ وما منکم احد یسعہ ما عندنا إلا وددت أنہ ساوانی ولحمتی حتی یکون عیشنا وعیشہ سواء وأیم اللہ أن لو اردت غیر ھٰذا من الغضارۃ والعیش لکان اللسان منی بہ ذلولًا عالمًا باسبابہ ولکنہ مضی من اللہ کتاب ناطق وسنۃ عادلۃ یدل فیھا علیٰ طاعتہ وینھیٰ عن معصیتہ۔ ثم رفع طرف ردائہ فبکی حتی شھق وابکی الناس حولہ۔" (تاریخ الطبری)

یہ اقتباس آپ کے ایک خطبے سے لیا گیا ہے۔ تاریخ میں ایسے کئی خطبوں کا پتہ چلتا ہے۔ مگر یہ مقالہ ان تمام حوالوں کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا بطور نمونہ اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

خاکساری اور فروتنی کا یہ عالم تھا کہ اگر ایک حلقے سے اُٹھ کر دوسرے حلقے میں تشریف لے جاتے تو عام لوگ آپ کو بآسانی پہچان نہیں سکتے تھے۔ اجنبی لوگ آتے تو وہ پوچھتے کہ امیر المومنین کہاں ہیں۔ اور جب تک اہلِ محفل میں سے کوئی اشارہ نہ کرتا، ان کو شناخت کرنا دشوار ہوتا۔

رحمدلی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار ایک بدو نے پُردرد الفاظ میں اپنی حاجت پیش کی۔ تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ جانوروں پر حد درجہ مہربان تھے۔ ایک نوکر ان کا خچر کرائے پہ چلاتا، اور عموماً ایک درہم یومیہ لاتا تھا۔ ایک دن وہ ڈیڑھ درہم لے آیا۔ آپ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ "میں نے آج خچر سے ذرا زیادہ کام لیا تھا۔" اس پر آپ نے فرمایا: "اچھا، اب اسے تین دن آرام کراؤ۔"

سربراہوں کی خود بینی عموماً انہیں پند و وعظ سے دور ہی رکھتی ہے۔ مگر آپ ایسی باتوں کو خوشی قبول کر لیا کرتے اور فرماتے۔

"اگر بغور دیکھا جائے تو خلافت کا بوجھ اکیلا آدمی نہیں اُٹھا سکتا اسی لئے میں اپنے علماء سے ضرورت کے مطابق مشورہ کرتا ہوں۔"

آپ کی ذات ستودہ صفات نہ صرف اپنے دور میں ہر دلعزیز تھی بلکہ آج بھی اسلامی دُنیا میں اسی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اور آپ کا نمونہ آج بھی ہمارے لئے نشانِ منزل کو پانے میں چراغِ ہدایت کا کام دیتا ہے۔ تاریخ نویسوں نے آپ کی انصاف پسندی، رعایا پروری اور کردار کی بلندی کی بناء پہ آپ کو "عمر ثانی" کا لقب بھی دیا ہے۔

اوپر جو کچھ تحریر کیا گیا ہے وہ آپکی اُس زندگی کا ایک زریں ورق ہے جو آپ نے خلافت سے وابستہ ہوکر گزاری۔ اب ہم آپ کی عبادات، حبّ اللہ، حبّ رسول اور ان مجددانہ کارناموں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کی بدولت ہم انہیں احیائے اسلام کے سلسلے کا مجددِ اوّل قرار دیتے ہیں۔

پنجگانہ نماز نہایت باقاعدگی سے ادا فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات مؤذن اذان دینے میں دیر کرتا تو فوراً تنبیہ فرماتے کہ اذان کا وقت ہو چکا ہے۔ ان نمازوں کے علاوہ ان کی عبادت گزاری کا اصل وقت خلوت کی تنہائی تھی۔ اس مقصد کے لئے آپ نے گھر کے اندر ایک حجرہ مخصوص کر رکھا تھا۔ کمبل کے سلے ہوئے کپڑے پہن لیتے اور مناجات و گریہ و بکا میں مصروف ہو جاتے حتیٰ کہ صبح کی اذان ہو جاتی۔

عام دستور یہ تھا کہ رات کے پہلے حصے میں مہمات خلافت کو سرانجام دیتے۔ پھر علماء کی صحبت میں بیٹھتے اور رات کے پچھلے

سنتے ہی عبادت کے لئے مستعد ہو جاتے تا دم واپسیں آپ کا یہ معمول رہا۔ اذان کے کلمات سنتے ہی مسجد کی طرف روانہ ہو جاتے۔ ان کی یہ شدید خواہش ہوتی کہ اذان کے الفاظ ابھی سننے جا رہے ہوں اور ان کے پاؤں مسجد میں ہوں۔ چنانچہ اذان سے اسی والہانہ ربط کی وجہ سے ۱۲ مؤذن تھے جو یکے بعد دیگرے اذان کہتے تھے۔ لیکن عموماً پہلے مؤذن کی اذان کے ساتھ ہی گھر سے تشریف لے آتے۔ (طبقات ابن سعد)

جمعہ کے دن کا نہایت احترام کرتے اور عیدین اور جمعہ میں پیدل جانے کا حکم دیا کرتے۔ نماز میں رسول اللہ صلعم کی کامل اتباع کرتے حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نماز میں ان سے بڑھ کر میں نے کسی کو رسول اللہ کی کامل اتباع کا نمونہ نہیں پایا۔

مال کی زکوٰۃ ہمیشہ باقاعدگی سے ادا کرتے۔ دوشنبہ اور جمعرات کا باقاعدہ روزہ رکھتے۔ روزانہ علی الصبح تلاوت قرآن پاک کرتے اور رات کو سوتے ہوئے نہایت دردناک لہجے میں قرآن مجید کی بعض مخصوص آیات تلاوت فرماتے۔ چنانچہ ایک رات سورہ انفال کو شروع فرمایا اور صبح تک پڑھتے رہے۔ (طبقات ابن سعد)

آپ کی عبادات و مناجات کا سلسلہ غیر منقطع ہوتا تھا۔ سر پہلو کوئی نہ کوئی ورد جاری رہتا۔ چنانچہ اسی ضمن میں علامہ ابن جوزی کا بیان نقل کیا جاتا ہے۔

"طبیعت نہایت اثر پذیر پائی تھی۔ اسلئے اکثر ان پر گریہ طاری ہو جایا کرتا تھا۔ ایک بار خطبہ دینا چاہتے تھے کہ حمد و نعمت کے بعد گلوگرفتہ ہو گئے۔ اگر کوئی شخص ان کو مؤثر نصیحت کرتا یا قرآن مجید کی کوئی آیت سنتے تو دفعتہً رو پڑتے۔ ان کی بیوی کا بیان ہے کہ جب گھر میں آتے تو اپنی مسجد میں جا کر مشغول رہتے رہتے۔ یہاں تک کہ آنکھ لگ جاتی۔ جب جاگتے تو پھر اسی مشغلہ میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کہ اسی میں رات بسر ہو جاتی"۔ (سیرۃ عمر بن عبد العزیز ندوی)

مذکورہ بیانات کی روشنی میں ہم اس بات کو کہہ سکتے ہیں کہ صاحب موصوف فی المعنی فنافی اللہ کے مقام پر قائم تھے آیئے اب ذرا ان کی زندگی میں فنافی الرسول کا نمونہ بھی دیکھیئے۔

رسول اللہ صلعم کی محبت ہر مسلمان کے ایمان کی اساس ہے۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران)

جب محبت الٰہی کا زینہ محبت رسول قرار دیا ہے تو لازماً ہر مومن اسی زینے کے راستے الٰہی محبت کو پہنچے گا۔ مگر حضرت عمر بن عبد العزیز کو رسول اللہ کی ذات گرامی سے جو والہانہ عشق اور سچی محبت تھی۔ اس کا اندازہ مولانا عبد السلام ندوی کے ان الفاظ سے کیجیئے۔

"رسول اللہ کی محبت اور آپ کا ادب و احترام جو مسلمان کا جزو ایمان ہے، اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے اجزاء ایمانیہ کا یہ جزو سب سے زیادہ نمایاں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متبرک یادگاروں میں انہوں نے پلنگ، گدا، پیالہ، چادر، چکی، ترکش اور عصا کو ایک کوٹھری میں محفوظ کر رکھا تھا اور ہر روز انہی کی زیارت کرتے تھے۔ اگر کبھی قریش کا مجمع ہو جاتا تو ان کو لے جا کر ان مقدس یادگاروں کی زیارت کراتے اور کہتے یہ اس مقدس ذات کی میراث ہے جس کے ذریعہ سے خدا نے تم لوگوں کو عزت دی ہے"۔ (سیرۃ عمر بن عبد العزیز)

سیرۃ و تاریخ کی کتب میں اس طرح کے متعدد واقعات ملتے ہیں۔ جن سے آپ کی رسول اللہ سے وارفتگی اور والہانہ عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

سلیمان بن عبد الملک کے دور خلافت تک اسلام کی حکومت پر ایک صدی گزر چکی تھی۔ وہ پودا جسے رسول اللہ صلعم نے اپنے مقدس ہاتھوں سے لگایا اور ایک طویل عرصے تک اس کی آبیاری فرمائی۔ خلفائے راشدین کی نگرانی میں پروان چڑھا۔ اور اس کی شاخیں دور دور تک پھیل گئی تھیں کئی ایک بادشاہ اس کے سایۂ عاطفت میں آرام کر چکے تھے مگر عہد زمانی نے اس میں پھر خشک سالی کے آثار نمودار کئے تو غیب سے بمطابق وعدۂ قرآنی

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون (الحجر) اس کی آبیاری کا سلسلہ از سر نو جاری ہوا۔ در اصل جب مذہب، سیاست، اخلاق اور تمدن کے رشتے کمزور پڑ جاتے ہیں تو انحطاط کا دور شروع ہوتا ہے چنانچہ اسلامی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی خلافت سے پہلے ان چاروں اجزائے عالم میں باہمی ربط تو کجا انفرادی طاقت بھی باقی نہ رہی تھی۔ خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جب بھی دنیا کسی تاریکی کے گڑھے تک پہنچنے والی ہوتی ہے۔ تو عین وقت اور ضرورت کے مطابق اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی مرد راہ دان، حق شناس و حق بین کو پیدا فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے دور خلافت کے پس منظر کا مطالعہ کرنے سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ وقت اپنے مصلح اور دین اپنے ایسے مجدد کو پکار رہا تھا، جو ان تمام چیزوں کو جلا دے کر نئے آب و رنگ کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرے۔

سلیمان بن عبد الملک کے دور خلافت تک اسلامی حکومت پر ایک صدی پوری ہو چکی تھی۔ اس لمبے زمانہ میں اسلام کا نظام مذہب، نظام سیاست اور اخلاق و تمدن سبھی زنگ آلود ہو چکے تھے۔ دراصل سیاست کا نظام تو خلفائے راشدین کے معاً بعد ہی بگڑ گیا تھا کیونکہ جمہوریت کو ترک کر کے ولی عہدی کا رواج پڑ گیا تھا اور پھر انہی دنوں معرکۂ کربلا کی خونی داستان بھی منظر ہستی کر آئی جو محبت و صفائی کا چہرہ مسخ کر چکی تھی۔ پس ایسے حالات پیش آنے کے بعد وہ کونسی چیز تھی جو تجدید و اصلاح کو نہیں چاہتی تھی۔ چنانچہ اس آڑے وقت میں خدا تعالیٰ نے عمر بن عبد العزیز رح ایسے ہمہ صفت موصوف انسان کو کھڑا کیا۔ انہوں نے اپنے مختصر دور حکومت میں مذہب، سیاست اور تمدن و اخلاق کو پھر وہی رنگ دکھایا جو ان کے لئے پوری ایک صدی پیشتر خود رسول کریمؐ نے پیش فرمایا تھا۔

مذہب کی طرف دھیان دیا تو تمام اصول وغیرہ عبادات کو قابل عمل قرار دیا۔ سیاست میں قدم رکھا تو رعایا کے تمام حقوق انہیں از سر نو ادا کئے۔ تمدن و اخلاق کو اپنایا تو اپنی خلافت کے دوران ماتحت عیسائیوں یہودیوں اور ذمیوں کو ان کے مناسب حقوق اور مراعات سے نوازا الغرض آپ نے اول اپنی زندگی کو مکمل اسلامی سانچے میں ڈھالا اور پھر اپنے گورنروں والیوں اور تمام ماتحتوں کو اسلامی نمونہ پیش کرنے کی تلقین فرمائی۔ مگر افسوس کہ ستمگر آسمان نے اس مصلح کو بھی کچھ زیادہ دیر ٹھہرنے کی مہلت نہ دی۔ [illegible] اس کے لئے بھی کوس رحیل آ بجایا۔ اور وہ داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے شاخ طوبیٰ پر جا بیٹھا۔

پس حدیث ان اللہ یبعث الخ کے مطابق آپ کے ذریعے اس وعدۂ قرآنی کا آغاز ہوتا ہے۔ جسے حفاظت قرآن اور تجدید دین کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

انشاء اللہ کسی دوسری صحبت میں مجددیت کی دوسری کڑی کو پیش کیا جائے گا۔ اور اگر اسی طرح توفیق ملتی رہی تو اس سلسلہ کی تمام کڑیاں یکے بعد دیگرے پیش ہوتی رہیں گی۔

وما توفیقی الا باللہ!!

تاریخ وفات حضرت مولانا بقاپوری صاحب رضی اللہ عنہ

"آہ ہے مولوی محمد ابراہیم بقاپوری ملک بقا کو چل بسے ہیں"

۱۳۸۳ ہجری

اکمل عفی عنہ

تصحیح

مورخہ ۱۹ مارچ کے بدر میں صفحہ اول و ہشت پر قادیان کے جلسہ یوم مصلح موعود کی رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ مندرجہ رپورٹ کے صفحہ ۸ کے کالم ۱ کی آخری سطر میں اور کالم ۲ کی ابتدائی سطر میں اس طرح پڑھی جائیں۔

"حضرت امیر المومنین المصلح الموعود کی ابتدائی زمانہ میں خرابیٔ صحت اور مروجہ تعلیم حاصل نہ کر سکنے کے باوجود آپ نے ایسے کارہائے نمایاں کر دکھائے جو محض خدا تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت اور تائید کا نتیجہ تھے۔ اس سلسلہ میں مقررہ نے غیر مبائعین، مستریاں وغیرہ کی فتنہ انگیزیوں اور احرار کی شدید مخالفت اور ان سب کی ناکامی کا تفصیل سے ذکر کیا"۔

احباب اس کے مطابق تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

مختلف مقامات میں جلسہ ہائے یوم مصلح موعود

یوم مصلح موعود کی مبارک تقریب کے سلسلہ میں مختلف جماعتوں میں جلسے کئے گئے۔ ان میں بعض کی مفصل روئدادیں شائع ہو چکی ہیں۔ مندرجہ ذیل مقامات کی جماعتوں سے بھی ایسے ہی جلسوں کی رپورٹ موصول ہوئی ہے افسوس کہ عدم گنجائش کے باعث تفصیلی رپورٹیں شائع کئے جانے سے معذور ہیں۔ بھرت پور (مغربی بنگال)، یتگی، مظفر پور (بہار)، آسنور، چک امیر چار کشمیر، اسوگڑہ (اڑیسہ)

خدمتِ دین کا ایک زرّین موقعہ

(۱۰ کمرے)

قیامت تک ثواب میں اضافہ ہوتا رہنے کا مستقل پروگرام

ہمارے اکثر مخلصین جب اپنے بزرگوں کے واقعات پڑھتے یا سُنتے ہیں تو دل میں ایک عجیب تڑپ محسوس کرتے ہیں کہ کاش اُس زمانہ میں وہ بھی ہوتے تو اُنہیں بھی وہ مواقع ہاتھ آتے۔ جو ان بزرگوں کو خدمات کے ملے۔ لیکن وہ اگر غور کریں تو خدمتِ اسلام و دین کے زرّیں مواقع اب بھی موجود ہیں۔ اور اُن سے فائدہ اُٹھا کر وہ اب بھی ہمیشہ ہمیش کی زندگی پا کر آئندہ نسلوں کی دعائیں حاصل کر سکتے ہیں۔

گذشتہ دنوں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کے قائم فرمودہ مدرسہ احمدیہ کی نارہ کی عمارت کیلئے چندہ کی تحریک شائع ہوئی تھی جس میں یہ صراحت تھی کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حالیہ فیصلہ کی رُو سے ایسے احباب جو باوجود خواہش کے کمرہ کی پوری رقم ادا کرنے کی طاقت نہیں پاتے وہ خود ملکیلے یا سارا خاندان مل کر یا ساری جماعت مل کر کم از کم مبلغ ۵۰۰/- روپے اس تحریک میں ادا کریں گے تو ایسے دوست یا خاندان یا جماعت کے نام سنگِ مرمر کی پلیٹ پر بطور مستقل یادگار اور دعا کے لئے سکول کی عمارت پر کندہ کروائے جائیں گے۔

مدرسہ احمدیہ جس کی عمارت کے لئے اس چندہ کی تحریک کی گئی ہے ایک ایسی دینی درسگاہ ہے جس سے تاقیامت اسلام اور احمدیت کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلانے والے مبلغین تیار ہوتے رہیں گے۔ اور ابدالآباد تک اِن مبلغین کے ذریعہ جو سعید روحیں احمدیت کے نور سے منور ہوں گی. تعمیر بلڈنگ مدرسہ احمدیہ میں حصہ لینے والے بھی۔ ان کے اس ثواب میں ہمیشہ ہمیش کے لئے شریک رہیں گے اور ان کی طرف سے یہ صدقہ جاریہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

سو ایسے مخلصین جماعت جو خدمتِ دین کے لئے اپنے دلوں میں ایک سچی اُمنگ اور تڑپ رکھتے ہیں۔ اُنہیں اس اعلان کے ذریعہ آگاہ کیا جاتا ہے کہ سیدنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کے اس زمانہ میں آنحضرت صلعم اور دینِ اسلام کی عزت و حفاظت کے لئے مبلغین کی روحانی فوج جس قومی درسگاہ سے تیار ہو رہی ہے۔ اس کی تعمیر کے لئے دل کھول کر چندہ دیں۔

جو دوست خود مل کر ایک کمرہ کے پورے اخراجات مبلغ ۷۰۰/- روپے ادا کر سکتے ہوں۔ وہ یہ ادا کریں اور جو خود یا مل کر مبلغ ۵۰۰/- روپے یا اس سے زیادہ دے سکیں۔ وہ ایسا کریں۔ اور جو باوجود خواہش اور کوشش کے اس قدر ادا نہ کر سکتے ہوں۔ وہ زیادہ سے زیادہ۔ جس قدر اس قومی درسگاہ کے لئے چندہ دے سکتے ہوں۔ دے کر خدائی فضلوں کے وارث بنیں۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ جملہ احبابِ جماعت کو خدمتِ دین کے اِس نادر موقعہ سے کما حقہٗ فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

خاکسار:-

ناظر بیت المال قادیان

درویش فنڈ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:-

"بیرونی جماعتیں اپنے غریب بھائیوں کی امداد کا خیال رکھیں خصوصاً قادیان میں جو اصحاب الصفہ رہتے ہیں انکے متعلق ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ جس قدر غلہ اپنے لئے جمع کرے اس کا چالیسواں حصہ انکے لئے نکال کر بھیجدے مگر جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے وہ یہ غلہ صدقہ سمجھ کر نہ دیں۔ بلکہ ایک اسلامی بھائی کی جان کیلئے قربانی سمجھ کر دیں وہ یہ خیال کریں کہ جیسے انسان اپنی بیوی کو کھلاتا ہے اور ان کو کھلانا انسان کا فرض ہوتا ہے اسی طرح جماعت کے غرباء کی امداد کا اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان پر فرض عائد کیا گیا ہے۔ اور وہ اس فرض کی ادائیگی کے لئے غلہ دے رہے ہیں۔"

اسی طرح درویش فنڈ کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

"بہت سے درویش مالی لحاظ سے بہت تکلیف میں ہیں! ور گو اکثر صابر و شاکر ہیں اور دین کی خدمت کیلئے ہر قربانی کیواسطے تیار نظر آتے ہیں لیکن یہی تکلیف انکی پریشانی کا موجب رہی ہے جسمیں ہندوستان کی گرانی نے بھی کافی اضافہ کر رکھا ہے۔۔۔۔ پس آپ ہندوستان کی جماعتوں سے اپیل کریں کہ مخلص احباب اس (درویش) فنڈ میں حصہ لیکر ثواب کمائیں۔ یہ بات درویشوں پر اور اس فنڈ میں چندہ دینے والوں پر پوری طرح واضح کر دی جائے کہ یہ کوئی خیرات یا صدقہ نہیں ہے جو ہمارے بھائی لیتے اور ہم اپنے بھائیوں کو دیتے ہیں بلکہ یہ ایک مقدس شکرانہ اور ہدیہ ہے جو ہم اپنے بھائیوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ جو مقدس مقامات کی آبادی اور خدمت کیلئے قادیان میں ہماری نمائندگی کر رہے ہیں۔ دراصل قادیان کو آباد رکھنا ساری جماعت کا فرض ہے لیکن تقدیر الٰہی کے ماتحت ایک حصہ کو قادیان سے نکلنا پڑا اور دوسرا حصہ قادیان میں آباد ہونے کی توفیق نہیں پا سکا۔ اور صرف ایک قلیل حصہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ موجودہ حالات میں قادیان میں ٹھہر کر خدمت بجا لائیں۔ پس دوسروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی خدمت اور آرام کا خیال رکھیں اور انہیں کم از کم ایسی مالی پریشانیوں سے بچائیں جو توجہ کے انتشار کا موجب ہوں۔ حقیقتاً یہ درویشوں کا ہم پر احسان ہے کہ وہ ہماری قربانی کر کے قادیان میں ہماری نمائندگی کر رہے ہیں۔ پس یہ امداد ہرگز صدقہ یا خیرات کے رنگ میں نہیں بلکہ ایک محبت کا تحفہ ہے جو شکرانہ یا قدردانی کے رنگ میں ہم پاکستانی و ہندوستانی دوست درویشوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔"

لہٰذا احبابِ جماعت سے پُرزور التماس کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک یعنی درویش فنڈ میں بدستور حصہ لیکر مستقل طور پر اس مالی خدمت کو ادا کر کے خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے وارث ہوں۔ نہیں معلوم اس خدمت کا موقعہ کب تک میسر رہے۔ پس مبارک ہیں وہ مخلصین جو خدائی وعدوں کے پورا ہونے سے پہلے خدمت و قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے مولا کو راضی ... ناظر بیت المال قادیان۔

مبارکباد کے تار

گذشتہ اشاعت بدر میں یہ پُرمسرت خبر شائع ہو چکی ہے کہ مورخہ ۲۴/۳/۶۴ کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو فرزند عطا فرمایا۔ اس خبر کو سنتے ہی جہاں قادیان کے بعض درویشان نے ذاتی طور پر ان تک پہنچ کر ہدیہ تبریک پیش کیا وہاں بہت سے مخلصین نے بذریعہ مراسلات و ٹیلیگرام اپنی دلی خوشی اور عقیدتمندی کا اظہار کیا۔ ذیل میں اُن احباب کے نام درج کئے جاتے ہیں جنہوں نے اس پُرمسرت موقعہ پر بذریعہ ٹیلیگرام مبارکباد کا پیغام بھجوایا:-

مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ
" سیٹھ محمد الیاس صاحب یادگیر
" محمد عبد اللہ صاحب بی اے ایل ایل بی حیدرآباد
" سیٹھ محمد عبد الحی صاحب یادگیر
" مولوی عبد السلام صاحب مالاباری مبلغ حیدرآباد
" نعمت اللہ صاحب غوری یادگیر
" مولوی محمد سلیم صاحب مبلغ کلکتہ
محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری مبارک علی صاحب فاضل حیدرآباد
مکرم محمد سعید صاحب سلیم کلکتہ
" محمد بشیر صاحب شفیق "
" فضل احمد صاحب ایس۔ ایس۔ پی پٹنہ
" مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی
" سیٹھ علی محمد اللہ دین صاحب سکندرآباد
" محمود احمد صاحب کلکتہ
" ناظر صاحب اصلاح ربوہ
" سعید حسن اکبر صاحب "
محترمہ بشریٰ بیگم صاحبہ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب ربوہ
مکرم سید شعیب احمد صاحب و احمد صاحب ربوہ
" صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب ربوہ
محترمہ ام متین صاحبہ ربوہ
مکرم سید داؤد احمد صاحب "
محترمہ سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ لاہور
مکرم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب "
" سید حضرت اللہ پاشا صاحب "
" سید میر محمد احمد صاحب لاہور
" میاں عبد الرحیم صاحب احمد ربوہ
" صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب "
" صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب "
" سید کمال یوسف صاحب "
" حضرت مرزا ناصر احمد صاحب "
محترمہ سیدہ امۃ المتین صاحبہ "
مکرم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب "
محترمہ بی بی امۃ السلام صاحبہ لاہور
مکرم پیر معین الدین صاحب ربوہ
" صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب ربوہ
محترمہ حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ "
مکرم نواب زادہ محمد احمد خان صاحب ربوہ
محترمہ امۃ الشافی بشیر صاحبہ ربوہ

محترمہ بیگم صاحبہ سید میر محمود احمد صاحب ربوہ
" حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ "
مکرم حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ربوہ
" عبد الماجد صاحب بی اے قادیان
" امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان
محترمہ عظیم النسا بیگم صاحبہ حیدرآباد
مکرم سیٹھ بشیر الدین صاحب "
محترمہ امۃ العزیز صاحبہ حمید ربوہ
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ربوہ
مکرم حضرت مرزا منیر احمد صاحب لاہور
محترمہ منور مسعودہ بیگم صاحبہ ربوہ
" ناصرہ منصورہ بیگم صاحبہ "
مکرم مولوی ابو العطاء صاحب فاضل ربوہ
" مرزا عطاء الرحمٰن صاحب قریشی "
" صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ربوہ
" رحمت اللہ صاحب غوری حیدرآباد
" سید غوث محمد خواجہ صاحب و محمد صادق صاحب حیدرآباد
محترمہ محمودہ الیاس صاحبہ حیدرآباد
مکرم سیٹھ محمد الیاس صاحب "
" محمد اسمٰعیل صاحب بہار
" سیٹھ بشیر احمد صاحب لکھنؤ
" سید شجاعت علی صاحب جالندھر
" شیخ محمد لطیف صاحب "
محترمہ رضیہ سلطانہ صاحبہ کلکتہ
مکرم مسعود احمد صاحب وہرہ کلکتہ
" حاجی عبد القدوس صاحب شاہجہانپور
" محمد فاروق صاحب شاہجہانپور
" سیٹھ محمد یوسف صاحب بانی کلکتہ
" حاجی محمد الدین صاحب درویش کھاریاں
محترمہ سیدہ امۃ الجمیل بیگم صاحبہ ربوہ
" عائشہ قمر الدین صاحبہ لاہور
مکرم لطیف رضا صاحب یادگیر
محترمہ ام منظور احمد صاحبہ ربوہ

گورداسپور میں پریس کانفرنس

گورداسپور ۲۶/مارچ جناب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے کل پریس کانفرنس میں بتایا کہ ضلع میں لاء اینڈ آرڈر کی حالت تسلی بخش ہے۔ ماہ فروری میں قتل کی کوئی واردات نہیں ہوئی۔ ضلع میں کل ۱۹۰ جرائم کیس رجسٹرڈ ہوئے۔ جن میں ۱۹ چوریوں اور نقب زنی کے کیس ہیں۔ گندم اور گندم سے بنی ہوئی چیزوں کے نرخ پہلے سے گر گئے ہیں۔ ضلع میں سرکاری آٹے کے ۵۰۴ ڈپو کام کر رہے ہیں۔ ہول فلور ملز کے علاوہ ضلع بھر میں ۷۶۰ چکیاں گندم کی پسائی کر رہی ہیں۔ سرکار نے اب تک ۲۵۵۰۰ ٹن چاول ضلع سے خرید کئے ہیں۔ انجینئرنگ کے چھوٹے موٹے اوزاروں کی تیاری کے لئے موضع گھمان میں دیہاتی ڈویلپمنٹ سنٹر جاری کیا جا رہا ہے۔ شری ڈھینگرا ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر نے بتایا کہ ضلع میں پانچ پرائمری سکول مڈل بنا دیئے گئے ہیں۔ ڈسٹرکٹ انڈسٹریز افسر نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ پٹھانکوٹ میں لوہے کی ۲۹ فرموں کا کوٹا منظور تھا جن میں سے ۱۱ فرموں کا کوٹا کینسل کر دیا گیا۔ اس وقت وہاں پر ۱۸ فرموں کو کوٹہ مل رہا ہے۔

فرقہ وارانہ جنون

(بقیہ صفحہ ۲)

اسے بیرونی حملوں کے مقابلہ کے لئے تیار کریں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا۔ اور فرقہ واریت اپنا کھیل کھیلاتے اقلیتوں کو ڈستی رہی تو اس کے نتائج و عواقب اتنے بھیانک ہوں گے۔ کہ ان پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا اور یہ ہمارے ملک اور اس کے بسنے والوں کی انتہائی بدقسمتی ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہمیں عقل و فہم بخشے اور سوچنے اور عمل کرنے کا صحیح احساس عطا فرماوے اور ملک کے رہنماؤں کو ذہنیت پر مرض کا حقیقی علاج کرنے کی توفیق بخشے۔ تا ہمارا ملک دنیا کے دوسرے ممالک کے مقابل پر اپنا سر ہمیشہ اونچا رکھ سکے۔ آمین۔

(ف۔ ا۔ گ)

پنجاب پولیس کی طرف سے خدمات کا اعتراف

مبلغ پچیس روپے انعام بھی دیا گیا

مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان نے دوران سال میں اپنے علاقہ میں قیام امن کے سلسلہ میں اپنے ضلع کے حکام کے ساتھ جو تعاون کیا ہے اس پر جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس گورداسپور کی طرف سے مکرم مولوی صاحب کو خوشنودی کے سرٹیفکیٹ کے علاوہ مبلغ پچیس روپے نقد انعام بھی دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مکرم مولوی صاحب کی خدمات کو بابرکت فرمائے اور ملکی اور قومی خدمات کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قائمقام ناظر امور عامہ قادیان

ضروری اعلان

جماعتہائے احمدیہ بہار و یوپی کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مکرم مولوی جلال الدین صاحب فاضل انسپکٹر بیت المال بہار کی جماعتوں کو چھوڑتے ہوئے مورخہ ۲۳/۳/۶۴ سے صوبہ یو۔پی کی جماعتہائے احمدیہ کا دورہ کر رہے ہیں۔ اور اخبار بدر مورخہ ۱۹/۳/۶۴ میں شائع شدہ پروگرام کے مطابق وہ ہر جماعت میں پندرہ روز کے قریب پہلے پہنچ رہے ہیں۔

ناظر بیت المال قادیان

پوسٹماسٹر صاحب قادیان کا تبادلہ

شری کل بھوشن لال بجاج صاحب سب پوسٹ ماسٹر قادیان جو گذشتہ تین سال سے قادیان میں اس عہدہ پر کام کر رہے تھے ترقی پاکر گورداسپور تبدیل ہو گئے ہیں۔ آپ ہر دلعزیز اور پبلک کے ساتھ تعاون کرنے والے خوش مزاج افسر تھے اللہ تعالیٰ ان کا ترقی پانا مبارک کرے اور ان کی جگہ پر پنڈت راجا رام صاحب گورداسپور سے تبدیل ہو کر تشریف لائے ہیں ہم ان کا سواگت کرتے ہیں۔ اور جماعت کی طرف سے پورے تعاون کا یقین دلاتے ہیں۔ ناظر امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان

درخواست دعا

میرے والد صاحب فریقین میں ... اور میرا ایک ہی نور عالم نامی ایک سال سے فوت ہو گیا ہے اور پانچ بچے ہیں۔ والد صاحب نے انشورنس کمپنی پر مقدمہ دائر کیا تھا جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے والد صاحب کے حق میں ہو گیا ہے لیکن انشورنس کمپنی اپیل کر رہی ہے۔ اس لئے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپیل میں بھی والد صاحب کو کامیابی بخشے اور مرحوم کے بچوں کے لئے بہتر انتظام ہو جائے۔ خاکسار خورشید عالم گجراتی از بمبئی